مُحدِّث

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمٰن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
LAHORE - PAKISTAN

ماہنامہ لاہور
محدث

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com   www.kitabosunnat.com __

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

مُحدّث

لاہور

(فون) صدر دفتر: ۳۵۴۲۵۰   ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

جلد ۷   جمادی الاولیٰ و الآخرۃ ۱۳۹۷ھ   عدد ۵،۶

فہرست مضامین

۱۔ فکر و نظر ..... شامتِ اعمالِ ما صورت نادر گرفت ..... اداریہ ۲

۲۔ شعر و ادب ... ہم خود ہی تماشا بن بیٹھے اوروں کا تماشا کیا دیکھیں (نظم) مولانا عبدالرحمٰن عاجز ۱۰

۳۔ الکتاب والحکمۃ ... حق کے خلاف حکمرانوں کے ہتھکنڈے ... مولانا عزیز زبیدی ۱۱

۴۔ الحدیث والسنۃ ... حق کے خلاف دھاندلیاں اور ہوشربا ابتلاء " ۱۹

۵۔ دار الافتاء ... الحرب خدعۃ۔ اسلامی انتخاب۔ عورت کی نمائندگی " ۲۸

۶۔ مقالات ... اطاعت رسول۔ قرآن کی روشنی میں ... ڈاکٹر زاہد علی واسطی ۴۰

۷۔ سیر و تاریخ .... حضرت امیر معاویہؓ ..... مولانا عبدالرشید عراقی ۴۹

۸۔ تعارف و تبصرہ کتب .... انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام۔ سیرت حضرت ابوایوب انصاری۔ المنبر کا فیصل شہید نمبر۔ کتاب الاذان مولانا مودودی کے غلط نظریات مع ضمیمہ۔ ابو شاہد، عزیز زبیدی، امین ہاشمی ۵۸

تصحیح: گزشتہ شمارہ جات ربیع الاول و الآخر ۱۳۹۷ھ کی جز بندی میں دفتری کی غلطی کی وجہ سے صفحات پس و پیش ہو گئے تھے۔ قارئین جلد ہٰذا کے صفحات ۱۱۳ تا ۱۲۰ صفحہ ۱۵۲ کے بعد اور صفحات ۱۶۱ تا ۱۶۸ صفحہ ۱۲۸ کے بعد مطالعہ فرمائیں اور سالانہ جلد بندی کے وقت اجزاء کی ترتیب درست کرا لیں۔ – دینجر

ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   طابع: چوہدری رشید احمد   مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

فکر و نظر

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

پورا ملک "بد اعتمادی اور بے اطمینانی" کے نرغے میں چلا گیا ہے ---- اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو لوگ اس ساری صورتِ حال کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے حل کے لیے لوگ، ہاتھ بھی ان کے سامنے پھیلا رہے ہیں۔

میر بھی خوب ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

سیاست، سیاسی لیڈر، جمہور کی جمہوریت اگر ایسی شے ہے جو روزمرہ ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے تو پھر بقول علامہ اقبال یہاں ابلیس کی ضرورت باقی نہیں رہی ؎

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

جس پاکستان کی اساس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تشخیص کی گئی تھی۔ اب وہاں اس نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی، جتنی رہ گئی ہے، وہ صرف سیاسی کاروبار اور نجی دھندا چلانے کے لیے رہ گئی ہے۔ اسلام کا نام ضرور لیتے ہیں مگر اس کی حیثیت "يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" سے زیادہ نہیں ہے۔ مخلص لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ؎

سب ہو چلے ہیں اس بتِ کافر ادا کے ساتھ
رہ جائیں گے رسول ہی بس اب خدا کے ساتھ

جس ملک میں كُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کا سماں طاری ہونا چاہیے تھا وہاں اب برادرانِ یوسف تو بہت ہیں، یارانِ غار کا دور دور تک کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا ؎

آرہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

مسجدیں ویران ہیں، سنیما اور کلب آباد، مسجدیں جو لوگ رہ گئے وہ بھی عموماً اس پیہ

بوجھ بن رہے ہیں ؎

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتِ حال کا یوں تذکرہ کیا ہے:

مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى (مشکوٰۃ)

(بظاہر) ان کی مسجدیں آباد ہوں گی (لیکن حقیقت میں) رشد و ہدایت (کی روح) سے خالی ہوں گی۔

اس پر طرہ یہ کہ علماءِ سوء (درباری ملاؤں) کے ایک مختصر سے ٹولے نے مساجد کی روحانی حیثیت کو مزید نقصان پہنچایا ہے، خدا کے بجائے انہیں اپنے ولی نعمت مگر بے دین تاجداروں کی ثنا خوانی کے لیے استعمال کیا ہے۔ انہی درباری ملاؤں کے متعلق رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أُنَاسًا مِّنْ أُمَّتِيْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَقُوْلُوْنَ نَأْتِي الْأُمَرَاءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهٗ يَعْنِي الْخَطَايَا. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

میری امت میں سے کتنے لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور (دل میں) کہیں گے کہ حکمرانوں کے ہاں جا کر ان سے دنیا کمائیں گے (پر) ان سے اپنے دین کو بچا کر رکھیں گے، (لیکن) یہ بات ان کے لیے ممکن نہیں ہو گی جیسے خاردار درخت اور پودے (جھنکنڈا) سے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہیں چُنا جا سکتا، اسی طرح ان حکمرانوں کے قرب میں صرف سیاہ کاریاں وصول ہو سکیں گی۔

ان کاروباری اور درباری ملاؤں کے بارے میں فرمایا:

عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ (مشکوٰۃ)

اس زمانے کے علماءِ سوء سارے آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ انہی سے فتنے

اُبھریں گے اور انہی میں جاکر دم لیں گے۔"

علمائے حق ہی اصل میں ان مساجد کے وارث اور ملتِ اسلامیہ کے نگہبان ہیں۔ مگر افسوس! ان کی کوئی نہیں سنتا، چند صالح اور کریم النفس انسانوں کے سوا اور کوئی بھی ان کی رہنمائی میں چلنے کے لیے تیار نہیں: وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔

بہر حال غنیمت ہیں یہی مٹھی بھر لوگ اور طائفہ منصورہ، جس نے ان بوریہ نشینوں اور خانۂ خدا کے صحیح خدمت گاروں سے تعاون کیا، انہی کا انشاءاللہ بیڑا پار ہوگا اور وہی خدا کے ہاں بھی سُرخرُو ہوں گے۔

وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ۔ (پ۔ تطفیف)

"اور ریس کرنے والوں کو چاہیے کہ اسی کی ریس کریں۔"

خدا کے بندوں نے بندگانِ خدا کو خدا کے نام پر ایسے ایسے فریب دیے ہیں کہ اب خدا کا نام لیتے ہوئے صادقین کو بھی شرم آنے لگی ہے ؎

خدا کے نام پر پرچے کے دیے اتنے خدائی نے
دھڑک اٹھتا ہوں جب کوئی خدا کا نام لیتا ہے

غور فرمائیے! سوشلزم کے داعیوں نے بھی "مساواتِ محمدی" کے نام پر ہی سوشلزم کو گوارا بنانے کی سازش کی ہے۔ نام نہاد مسلمانوں کے بجائے کافر سوشلسٹ نے کم از کم منافقانہ یہ تکلف نہیں برتا۔ جب ناچنا ہی ٹھہرا تو پھر گھونگھٹ کا ہے کا —؟ لیکن یہ نادان کیا جانیں کہ دین کیا ہے؟

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو، کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

جو تعلیم گاہیں ہیں وہ بھی دراصل "روحانی منصوبہ بندی" کی ایک مکروہ شکل بن کر رہ گئی ہیں جن میں معنوی قسم کی نسل کشی ہوتی ہے۔ اکبر مرحوم نے انہی جیسی درس گاہوں کے بارے میں ہی کہا تھا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس! کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان تعلیم گاہوں میں اکثریت ایسے روحانی خسروں کی پیدا ہو رہی ہے کہ زندہ کافر

رہتے ہیں نہ مسلم ؎

یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آذرانہ

بازار ہیں تو اس کے انگ انگ سے بازاری پن برس رہا ہے۔ عریانی اور خود غرضی کے دیو دندنا رہے ہیں۔ دکان میں قدم رکھتے ہی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بنارسی ٹھگوں اور جیب کتروں سے پالا پڑ گیا ہے۔

اشیا میں ملاوٹ کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے خطبہ میں یہ کہہ دیا تھا کہ:

"او فلانٹو! تمہارا گھیو خالص نہ پیو خالص" یعنی "تمہارا گھی خالص ہے نہ باپ"۔ ملاوٹ غذا سے لے کر نطفے تک چلی گئی ہے۔ انا للہ!

دین کا جائزہ لیا جائے تو یہ اور ہی مایوس کن ہے۔ لوگوں نے اس کو کچھ ایسا گناہ پروف بنا ڈالا ہے کہ کچھ کریں اور کچھ کہیں ان کے "دین وایمان" کا کچھ نہیں بگڑتا۔ کفر ہو یا شرک، بدعت ہو یا معصیت، سوشلزم ہو یا الحاد و زندقہ کا کوئی چرکہ، بہرحال وہ سبھی کچھ کر کے بھی مسلمان کے مسلمان رہتے ہیں ؎

نگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
نہ توحید میں کچھ خلل ان کی آئے (حالی)

؎ کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو خدا کے بجائے غیروں کے پاس سکون ملتا ہے، خدا کا نام لیں تو ان کے دل بھینچنے لگتے ہیں۔ غیروں کا ذکر آ جائے تو دل ان کا باغ باغ ہو جاتا ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (زمر)

یعنی "جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

کی بات کرتے ہیں، ان کے دل بھینچنے لگتے ہیں اور جب خدا کے سوا (دوسروں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو بس یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔"

ایک دوسرے کے خلاف تو تکار کا جو سلسلہ شروع رہتا ہے، اسے مذہبی لوگ "ایمانی غیرت" کی بات بنا کر "اختلاف امتی رحمۃ" کی چھری سے اتفاق و ائتلاف کا گلا کاٹتے اور ثواب لوٹتے ہیں اور جو سیاسی کھلنڈرے ہیں وہ آپس کی بدمزگی اور ریدتہذیبی جیسے مردار کو "جمہوریت" کے منتر سے حلال بنا کر ایک دوسرے کی کردار کشی کو جہاد تصور کر رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ: بات دونوں نہیں سمجھے۔ "اختلاف امتی رحمۃ" سے غرض وہ اختلاف ہے جس سے "وضوح حق" میں مدد ملتی ہے اور جمہوریت میں اختلاف رائے سے غرض ایک دوسرے کے اختلاف کو برداشت کرنا اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کی گنجائش رکھنا ہے ۔۔ لیکن اختلاف اور بدمزگی کے جیسے کچھ نمونے دیکھنے میں آ رہے ہیں، وہ اختلاف رحمت ہے نہ جمہوریت بلکہ عذاب الٰہی ہے اور انسانوں کی کج روی کا بدنتیجہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (پ ۷۔ الانعام ع)

آپ ان سے کہہ دیں کہ وہی (خدا) اس پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے پیروں کے تلے سے کوئی عذاب تمہارے لیے نکال کھڑا کرے یا تم کو پارٹی پارٹی کر کے ایک دوسرے سے بھڑا مارے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔

اوپر سے اٹنک اور گیسوں کی شیلنگ۔ بمبارمنٹ، تباہ کن ابر و باد کے طوفان، نیچے سے زمین کی بابرکتی، سیلابوں کے طوفان اور باہم شرمناک آویزش، ان باتوں کو جو لوگ اللہ کا عذاب تصور کرنے کے بجائے رحمت یا اختلاف رائے کی آزادی کا حق استعمال خیال کرتے ہیں، وہ دراصل مزید کسی مہلک امتحان اور ابتلا کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

بعض افراد کا جھوٹ بکنا ناممکن بات نہیں ہے لیکن اسے معراج سیاست تصور کرنا اور اجتماعی اور سرکاری سطح پر ذمہ دارانہ جھوٹ کہنا ایک زوال پذیر معاشرہ اور قوم کی علامت تو ہو سکتا ہے، صحت مند سیاست اور معاشرہ کی نشانی نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاشرہ کے لیے خیر و عافیت کے ساتھ منزل کو پا لینا مشکل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (پ ۲۳۔ زمر ع)۔

"یقین کیجیے! اللہ تعالیٰ جھوٹے (اور) ناشکرے کو منزل کا سراغ نہیں دیا کرتا۔"

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (پ ۲۴۔ مومن ع ۴)

"یہ ایک حقیقت ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹے لپاٹئے کو اللہ منزل کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

ایسی قوم اور معاشرہ کا انجام رسوائی، ذلت، ناکامی اور خواری کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (پ ۳۰۔ العلق)

"کوئی نہیں! اگر وہ باز نہ آیا (تو) اس کی پیشانی سے پکڑ کر ہم اس کو گھسیٹیں گے جھوٹی (اور) خطاکار پیشانی"

علم و فن اور تہذیب و تمدن کے اس روشن دور میں حکمران، انجمنیں، حکومتیں اور بین الاقوامی ادارے اپنی سرکاری حیثیت میں جس طرح مہذب اور ترقی یافتہ جھوٹ کے سہارے پر کاروبار حکومت چلا رہے ہیں، صرف افسانے نہیں، واقعات ہیں، بہرحال یہ حماقتیں صرف افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہیں۔ جو حکمران جتنے دروغ گو اور چرب زبان ہوتے ہیں اتنا ہی لوگ ان کو سیاست دان کہتے ہیں اور داد دیتے ہیں۔ حالانکہ جھوٹ وہ دنائت، رذالت اور خسّت ہے جس سے عہدِ جاہلیت کی جاہلیت بھی ناک بھوں چڑھاتی تھی، حضرت ابوسفیانؓ کو جب ہرقل رومی نے بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور ہرقل نے ان کے رفقاء کو ان کے پیچھے بٹھا کر کہا کہ جب یہ جھوٹ بولے تو اس کا پردہ چاک کیجیے! تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرم میں ڈوب گئے۔

قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ إِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ (رواہ البخاری)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی کافر تھے۔ فکر و نظر اور رشد و ہدایت کی روشنی سے ابھی کوسوں دور تھے۔ بہرحال جھوٹ ایک ایسی گندگی ہے جس سے ابنِ آدم کی شخصیت مجروح ہوتی ہے مگر افسوس! اب اسی کے صدقے ان طاغوتیوں کی سیاسی شخصیت بنتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سیاست پر بلا شرکت غیرے قابض رہنے کے لیے "سیاسین سوء" اور جاہ پرست چھتروں اور بھینسوں نے علمائے حق اور جماعتِ صالح کو کوچۂ سیاست سے باہر دھکیلنے کے لیے حیاسوز کوششیں کی ہیں تاکہ سیاست ناپاک رہے اور ناپاک سیاستدان اس ماحول اور فضا میں کسی کو اجنبی نظر نہ آئیں۔

نعرہ یہ بلند کیا گیا کہ، علماء اور نیک لوگوں کو سیاست سے کیا لگے، یہ ایک دنیاوی دھندا ہے، بلکہ یہ ایک سیاسی میخانہ ہے جس میں زاہدوں کی پگڑی اچھلتی ہے۔ اس لیے ان کو اس سے دور رہنا چاہیے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ سیاست ایک دنیوی کھیل ہے، اس لیے صرف دنیا داروں کو ہی اس کے کوچہ میں قدم رکھنا چاہیے، بزرگوں کے لیے مسجدوں کے گوشے ہی کافی ہیں۔

دین اور دنیا کی تفریق کے اس تصور سے اسلامی سیاست کو حد درجہ کا دھچکا لگا ہے، اس خام خیالی کی وجہ سے سیاست اور ملی امامت کی تقدیس مجروح ہوئی ہے، حد یہ کہ اب اگر اس میدان میں کوئی بزرگ نظر آیا ہے تو لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ یہ نیک بندہ اور یہ سیاسی دھندا؟ اُفوہ! غضب ہو گیا ——!

آپ نے بارہا یہ مشاہدہ کیا ہو گا بلکہ آپ کے قلب و نگاہ اس پر شاہد ہیں کہ نظام سیاست کے اس بھدے تصور کے بعد اگر کرسی اقتدار پر نرا دنیا دار، بے خدا جاہ پرست اور سیاسی جاذر براجمان ہو گیا ہے تو بے شرم لوگوں نے اس کو بُرا نہیں منایا بلکہ "دیوی" کی طرح اس کی پوجا کی ہے، اس کے نام کے نعرے بلند کیے ہیں اور اس کے قرب کو دارین کی سعادت تصور کیا ہے۔ دوسری اقوام و ملل میں اگر یہ بات ہوتی تو ایک بات تھی لیکن اسلامیانِ عالم کی یہ ذہنیت؟ اُفوہ —— بس یہی کہا جا سکتا کہ: یہاں مسلم شیطان سے مات کھا گیا ہے۔ نیکوکاروں کے بجائے، بدنہاد اور بدکردار لوگوں کے ہاتھ میں اپنی زمامِ سیاست تھما کر خوش ہو رہا ہے کہ اس نے کیا خوب کیا ہے! اصل میں وہ بات نہیں سمجھے، یہ خوب نہیں ہے بلکہ مہلک ہے۔ شیطانی پروپیگنڈہ کی یہ کارستانی ہے کہ ان کو ایک قبیح بات حسین دکھائی دے رہی ہے، شیطان چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کا بیڑا غرق ہو: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی بے اطمینانی اور آزار وہ چرکوں کے باوجود رجوع الی الحق کی توفیق سے وہ اس لیے محروم ہو رہے ہیں کہ یہ نرے پتھر ہیں اور شیطان نے ان کو اپنے کام حسین کر دکھائے ہیں۔

فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ ۔ الانعام ع)

سو جب ان کو ہماری (طرف سے) تکلیف پہنچی تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے، واقعہ یہ ہے کہ ان کے دل سخت رہے اور جو کچھ وہ کرتوت کرتے تھے، شیطان وہ ان کو خوش نما کر کے دکھاتا رہا۔

فرمایا: سب سے بڑے سیاست دان اور حکمران فرعون کا بھی یہی حال رہا ہے، جو بھی بُرا کام کرتا، شیطان اسے وہ خوشنما کرکے دکھاتا رہا، لیکن یہی فریب بالآخر اس کو لے ڈوبا۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ (ر کوع ۵ ۔ المومن ع)

فرمایا یہ لوگ اس حماقت میں بھی مبتلا رہے کہ حق کے یہ داعی حکمرانوں سے ٹکرا کر مٹ جائیں گے، مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ سرداران مکہ خود ہی تباہ ہوئے اور بندگان حق کامیاب اور سُرخرو رہے:

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا (رکوع ۲ ۔ الفتح ع)

"اصل یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول اور مومن اپنے گھر والوں میں لوٹ کر کبھی نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو خوش نما لگی تھی اور تم نے غلط اندازے لگائے اور خود ہی تم برباد ہو رہے۔"

دین اور دنیا کی تفریق کی وہ راہ ہم نے بھی اپنائی ہے، اور اس سلسلے میں جس طرح پہلے لوگ خوش فہمی میں رہے، ہم بھی ویسے ہی مگن ہو رہے ہیں اور داعیانِ حق کا جس طرح وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، ویسا کچھ ہم بھی آج کر گزرے ہیں۔ اگر باز نہ آئے تو ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو ان کا ہوا تھا۔

الغرض: زندگی کے ہر شعبہ میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ اور منحوس کردار کے نتائج بھی ظاہر ہونے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں۔ مگر ہمیں ابھی اس زیاں کا احساس نہیں ہوا۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ بخت و اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ تمہاری شامتِ اعمال کا یہ نتیجہ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (روم ۔ ع ۵)

"خشکی اور تری میں بلائیں پھوٹ پڑی ہیں، صرف لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے۔"

ع شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

اب بھی اس سے غرض یہ نہیں کہ تمہیں ڈانٹا ڈپٹا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ کر آپ ہوش میں آجائیں!

(لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُم يَرْجِعُونَ ۔ پ ۲۱ ۔ روم ع ۵)

"صرف اس لیے کہ اللہ ان کو ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔"

بہتر یہی ہے کہ، حیوانی سیاست کی رتھ کو لے کر جو جانور دوڑ رہے ہیں اور جو لیڈر اس پر سوار ہو کر سماجی جھولا جھول رہے ہیں، ہوش میں آجائیں، اور اس امر کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ملک کی نگہبانی کے معنی کیا ہیں اور ملت اسلامیہ اور قوم کی امامت کسے کہتے ہیں؟ ورنہ اندیشہ ہے کہ اس سیاسی رتھ کا بھی کہیں وہی حشر نہ ہو جو حشر اس گاڑی کا ہو سکتا ہے جس کا ڈرائیور لیڈر ہو۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!

ہم خود ہی تماشا بن بیٹھے اوروں کا تماشا کیا دیکھیں

جو چہرۂ انور دیکھ چکے وہ چاند کا مکھڑا کیا دیکھیں
معراج نبی ہے نظروں میں ہم اوجِ ثریا کیا دیکھیں

ہر شے پہ اسی کا غلبہ ہے ہر شے میں اسی کا جلوہ ہے
ہم طور کی چوٹی پر جا کر اے حضرتِ موسیٰ کیا دیکھیں

بیمارِ محبت کو یونہی محبوب کے در پر جانے دو
اب نزع کا عالم طاری ہے اعجازِ مسیحا کیا دیکھیں

منزل کے تجسس میں ہم پر جو بیتے گی ہم سہہ لیں گے
جب راہِ وفا میں چل نکلے پھر صحرا و دریا کیا دیکھیں

تکمیلِ تمنا کی خاطر ہم دل کا سکوں تک کھو بیٹھے
آغازِ تمنا دیکھ لیا انجامِ تمنا کیا دیکھیں

کردار و عمل کی دنیا میں کردار و عمل کی پرسش ہے
زیبائشِ سیرت ہو نہ اگر ہم صورتِ زیبا کیا دیکھیں

سب اپنے پرائے چھوٹ گئے اور سارے رشتے ٹوٹ گئے
جو دیکھ نہ سکتے تھے دیکھا اب اس کے سوا کیا دیکھیں

یہ دولتِ دنیا دم بھر میں ڈھل جاتی ہے سب کلفت میں
اے دنیا والو تم ہی کہو ہم دولتِ دنیا کیا دیکھیں

ہم آپ ہی اپنی حالت پر انگشت بدنداں ہنستے ہیں
ہم خود ہی تماشا بن بیٹھے اوروں کا تماشا کیا دیکھیں

ہم غرق ہوئے ہیں آہوں میں ہے منظرِ قبر نگاہوں میں
ہم رونقِ دنیا دیکھ چکے ہم رونقِ دنیا کیا دیکھیں

بر دوشِ ہوا ہے لے عاجزؔ یہ کشتیٔ عمرِ رواں اپنی
ہم اشکوں کا طوفاں دیکھ چکے طغیانیٔ دریا کیا دیکھیں

عبدالرحمٰن عاجزؔ

الکتاب والحکمۃ

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

حق کے خلاف حکمرانوں کے ہتھکنڈے

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهِیْمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (پ۳۔ بقرہ ع ۳۵)

حکومت کا نشہ "کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں (صرف اس لیے) جھگڑا کیا کہ اللہ نے اس کو بادشاہت دی تھی"

حکومت کا نشہ سب سے بے قابو نشہ ہوتا ہے۔ جب یہ نشہ طاری ہو جاتا ہے تو اسے خدا بھی اپنا رقیب نظر آنے لگتا ہے، اس لیے اگر اسے خدا کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو اسے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے سوا اور بھی کوئی رب ہے، اگر واقعتہً ایسا خدا ہے تو اس کو مزید حیرت ہوتی ہے کہ، وہ پھر خدا کے حضور جھک کر عبدیت کا ثبوت بھی دے۔ یہی معاملہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاصر بادشاہ نے آپ کے ساتھ کیا کہ: اس کے سوا اور کون خدا اور کہاں کا خدا؟ — گو بعض حکمران زبان سے ایسا کہنے کی جرأت نہیں کرتے تاہم عملاً وہ یہ بات ضرور ثابت کر جاتے ہیں کہ خدا کو ان کے معاملہ میں دخل دینے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے، اس لیے عموماً ایسے لوگ اللہ والوں کے ساتھ برسرپیکار رہتے ہیں۔

میری کرسی کمزور نہیں ۔ اگر کوئی حکمران زیادہ سے زیادہ انکساری کا ثبوت دے تب بھی اتنی ڈینگ تو ضرور مارے گا کہ: میری بادشاہت اور کرسی تمہارے سامنے ہے، کیا تمہیں ابھی میری طاقت اور خدائی کے ماننے میں تامل ہے؟ یعنی میری کرسی بہر حال کمزور نہیں ہے۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (پ۲۵۔ زخرف ع۵)

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی کہ: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور (تم دیکھ ہی رہے ہو کہ) یہ نہریں میرے تلے بہہ رہی ہیں، کیا تمہیں (یہ باتیں) نہیں سوجھتیں۔

تمہارا روزی رساں میں ہی تو ہوں ۔ حکومت کو ملکی ضروریات کی ذمہ داری لینا پڑتی ہے

اور وہ کوئی ہو، لیکن جب حکمران کا دماغ خراب ہو جاتا ہے تو اسے اپنی رزاقی کا گمان ہونے لگ جاتا ہے اور بول اٹھتا ہے۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (پ - النّٰزعٰت ع ۱)

میں ہی تمہارا رب ہوں!

یعنی داعیانِ حق کے خدا کی طرف مت دیکھو! وہ تو صرف سنی سنائی باتیں ہیں۔ میں ایسا خدا ہوں جسے تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہو۔ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

داعیانِ حق کی مساعی کا مذاق۔ داعیانِ حق جب "حق" کی حفاظت کے لیے مناسب اقدامات کرتے ہیں تو قوم کو غلط تاثر دینے کے لیے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ (پ ۱۲ - هود ع ۴)

"اور وہ کشتی بنانے لگے اور جب ان کی قوم کے ممبران اسمبلی ان کے پاس سے ہو کر گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔"

اور کسے بات کرنا آتی ہے؟ جب جیب میں پیسے، گھر میں دانے اور سر پر تاج شاہی ہو تو وہ بکواس بھی کرتا ہو تو بے ضمیرے لوگ بول اٹھتے ہیں، واہ! کیا کہنے! منہ سے پھول جھڑتے ہیں، جہاں یہ سماں طاری ہو جاتا ہے وہاں عموماً یہ طبقہ اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ: ان جیسا جہان میں اور کوئی نہیں! مابدولت کے سوا اقوامِ عالم کے عالمی مسائل میں بات کرنے کا سلیقہ اور کسی کو نہیں۔

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ (پ ۲۵ - زخرف ع ۵)

"تو (بھلا بتاؤ تو) کہ کیا میں اس شخص سے افضل (نہیں) ہوں جو کہ نیچ سا" اور بولنا تک اسے نہیں آتا۔"

یہ تو پاگل ہیں۔ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے بڑی شدومد کے ساتھ یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ یہ حلوہ خور یہ ملاں اور یہ سیکٹر کیا جانتے سیاست کسے کہتے ہیں اور جہانبانی کیا شے ہے۔ یہ دقیانوسی اور جنونی قسم کے پاگل لوگ ہیں۔ آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ اگر حکومت ان کے ہاتھ میں آگئی تو مملکت کی آبرو خاک میں مل جائے گی۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (پ ۲۷)۔

"تو اس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر سرتابی کی اور کہا یہ مداری ہیں یا پاگل۔"

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (پ ۱۹۔ الشعراء ع ۲)

فرعون بولا تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے (بس) پاگل ہی ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ (پ۸۔ الاعراف ع ۹)

منکرینِ حق کی قومی اسمبلی کے ممبران نے (حضرت ہودؑ سے) کہا کہ ہمیں تو تم حماقت میں مبتلا نظر آتے ہو۔

الملأ ۔ دراصل اس بااثر گروہ کا نام ہے جس کو سرکاری اثر و نفوذ حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ لوگ "اُولُوا قُوَّةٍ" اور ارباب حل و عقد کہلاتے ہیں۔ ان کو نمائندہ قوت حاصل ہوتی تھی، آج کی زبان میں ان کو "ممبران شوریٰ یا قومی اسمبلی کے ممبران" کہہ سکتے ہیں۔

داعیانِ حق کو صرف پاگل ہی نہیں کہتے ان کو ڈانٹ بھی پلاتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (پ ۲۷۔ القمر ع ۱)

اور انھوں نے کہا کہ (وہ) پاگل ہے اور (پھر) اس کو جھڑکیاں بھی دی گئیں۔

ساتھ ساتھ بے پر کی یہ بھی ہانکتے ہیں کہ ہو نہ ہو! اس پر ہمارے کسی دیوتا کی مار پڑ گئی ہے کہ اب دیوانے ہو رہے ہیں۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ (پ ۱۲۔ ہود ع ۵)

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے کسی دیوتا کی ہی تجھ پر کوئی افتاد پڑ گئی ہے۔

جھٹلاتے رہے ۔جب کبھی حق کا کوئی داعی ان کے پاس پہنچا، اس کے بارے میں یہی تاثر دیا تو یہ تو یہ جھوٹا شخص ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ (پ ۸۔ اعراف ع ۱۶)

چوں بہ خلوت میروند۔ بندگانِ خدا کے خلاف اس طبقہ نے کیا کیا تہمتیں تراشیں؟ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ ظلم کا سب سے بڑا جو تیر وہ چلا سکتے تھے یہ چلایا کہ بڑے پاک بنتے ہیں، پر ان کے اندر اتنے پلید ہیں کہ توبہ بھلی۔

ع چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ

(پ ۸۔ الاعراف ع ۱۰)

ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ (آپس میں) لگے کہنے کہ ان لوگوں کو نکال باہر کرو، یہ (بڑے)

پاک صاف بنتے ہیں:"

دین اور دنیا میں تفریق۔ منکرینِ حق نے ہمیشہ اسی میں اپنے لیے بھلا محسوس کیا ہے کہ دین اور دنیا کو الگ الگ رکھا جائے۔ چنانچہ جب فرستادگانِ خدا نے ان کو یہ بتایا کہ: دین کے زیر سایہ دنیا گزارنے کا نام "دینِ حق" اور "اسلام" ہے تو وہ بھڑک اٹھے اور لگے ان کو کوسنے کہ یہ کیا قسم نئی ایجاد کر دی۔

قَالُوا يٰشُعَيْبُ أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰؤُا (پ ۱۲۔ ھود ع ۸)

"کہنے لگے اے شعیب! کیا تمہیں تمہاری نماز یہ تعلیم دیتی ہے کہ جن کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے آئے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں نہ کریں۔"

پیروانِ حق دقیانوسی لوگ ہیں۔ شروع سے اربابِ اقتدار کا یہ نعرہ رہا ہے کہ جو حق کے پیروکار ہیں وہ دقیانوسی، کند ذہن اور سطحی اور عصری تقاضوں سے بے خبر لوگ ہیں۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ (پ ۱۲۔ ھود ع ۳)

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا اتباع صرف ان لوگوں نے کیا ہے، جو ہم میں گھٹیا اور سطحی نظر رکھنے والے لوگ ہیں۔"

یہ حضرت نوحؑ اور ان کے پیروانِ حق کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ اور آج سے ہزاروں برس پہلے!

یہ بھی کرسی کا بھوکا ہے۔ اربابِ اقتدار اور باثر لوگوں کی بین الاقوامی نوعیت کی حماقتوں میں سے ایک حماقت یہ بھی ہے کہ: جب کبھی حق کا داعی ان کی نا کردنیوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور عوام کو حق کی طرف دعوت دینے لگتا ہے تو ان کی پوری سرکاری مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتی ہے کہ دراصل یہ لوگ کرسی کے بھوکے ہیں ــــ اصل میں یہ ان کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے، کیونکہ ان کو کرسی سے کچھ بھی دلچسپی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اگر واقعی اس کی خواہش بری اور اس کے خواہش مند کی نااہلی کا نشان ہے تو پھر یہ صرف ان کے لیے کیوں اور آپ کے لیے کیوں نہیں؟ بہرحال دہائی دیتے ہوئے قوم سے کہا کہ یہ بھی! کرسی مانگتا ہے اور تم پر برتری کے خواب دیکھ رہا ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ أَنْ يَّتَفَضَّلَ

عَلَيْكُمْ۔ (پ ۱۸ - المؤمنون ع ۲)

"منکرینِ حق کی قومی اسمبلی کے ممبران نے کہا کہ (یہ لوگ بڑے پاک بنے پھرتے ہیں) وہ تمھارے جیسا ہی انسان ہے، تم پر برتری چاہتا ہے۔"

اس الزام کی تہ میں جو ذہن کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ دین کی آڑ میں کرسی چاہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک داعیانِ حق کے سلسلے میں یہ بدگمانی بجائے خود معصیت اور تہمت ہے۔ کیونکہ تجربات گواہ ہیں کہ جب کبھی اقتدار ان کو ہاتھ لگا ہے انھوں نے حق ہی کا بول بالا کیا ہے۔ ان معترضوں کی طرح گلچھرے نہیں اڑائے۔

دوسری یہ بات اور غیر شعوری طور پر ان کے ذہنوں میں گردش کرتی رہتی ہے کہ جہانبانی ایک دنیاداری ہے، دینداروں کے لیے اس کی کوشش ان کی دینی روح کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ ان کا مفروضہ ہے جو سرتاپا غلط ہے۔ بلکہ قرآن نے کہا ہے کہ: ہر فرد بشر خدا کا خلیفہ ہے۔ اقتدار کے ذریعے حق کا بول بالا کرنا اس کا دینی فریضہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ: دین اور سیاست کی یہ تفریق کفار کے ذہنوں اور بوالہوس افراد کی سازشوں کی ایجاد ہے۔

یہ تخریب کار ہیں۔ داعیانِ حق کے خلاف ایک اور الزام جو حکمران ٹولہ لگایا کرتا ہے، یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ تخریب کار ہیں۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ (پ ۹ - الاعراف ع ۱۵)

"اور قومِ فرعون کی قومی اسمبلی کے ممبران نے اس سے کہا کہ تم (حضرت) موسیٰ اور اس کی قوم کو (یونہی آزاد) چھوڑ رکھو گے کہ وہ ملک میں تخریب کاری کرتے رہیں اور تم کو اور تمہارے معبودوں کو نظر انداز کر دیں۔"

یہ غلط فہمی بہت پرانی ہے کہ: ہر حکمران اپنے خلاف ہر تنقید اور اظہارِ رائے کو مملکت اور ریاست کے خلاف تنقید تصور کر لیتے ہیں۔ گویا کہ وہ اور ملک دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ حالانکہ یہ انتہائی غیر دانشمندانہ بات ہے۔ غور فرمایئے! تخریب کاری کا الزام ہما شما کے خلاف ہی نہیں لگایا جا رہا، پیغمبرِ خدا اور ان کے پاک صحابہ کے خلاف عائد کیا جا رہا ہے۔ جن لوگوں کے دماغ میں عقل کا خانہ ہے، کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ انبیاء اور ان کے صحابہ تخریب اور فساد فی الارض کا ارتکاب کر سکتے ہیں؟

یہ غدار ہیں۔ جو خوش نصیب اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے میدان میں نکلتے ہیں، ان کے خلاف یہ منادی بھی کر دی جاتی ہے "یہ ملک اور قوم کے غدار ہیں"۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (پ ۱۶ - طٰہٰ ع ۳)

(فرعون) بولا، کیا اس سے پہلے کہ ہم تم کو اجازت دیں تم اس (موسیٰ) پر ایمان لائے ہو؟ ہو، یہ تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔

لیکن وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ: تم نے غیر کے اشارہ پر ہمارے خلاف سازش کی ہے خدا جانے یہ بات کس نے ان کے ذہنوں میں ٹھونس دی ہے کہ وہ ہر خطا سے پاک ہوتے ہیں یا ان کے خلاف جو صحیح بات بھی کی جاتی ہے اس کی سیدھی زد ملک پر پڑتی ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پ ۹ - الاعراف ع ۱۴)

"فرعون بولا کہ: اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آئے؟ ہو نہ ہو یہ تمہاری ایک سازش ہے جو آکر تم نے اس شہر میں کی ہے تاکہ اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال باہر کریں، بہر حال تم کو (اس کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا"

حالانکہ غدار یہ لوگ خود ہوتے ہیں جو بندگانِ خدا کو غلط راہ پر ڈال کر اپنا اُلّو سیدھا رکھنے پر اصرار کرتے ہیں، مگر یہ بات ان کو سمجھ نہیں آتی۔ آتی ہے تو اصلاحِ حال کی توفیق نہیں پاتے۔

فرضی مقدمہ کی دھمکیاں - جب اور کوئی تدبیر نہیں چلتی تو پھر فرضی مقدمے کھڑے کرتے اور ان کی دھمکیاں دیتے ہیں۔

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (پ ۱۲ - یوسف ع ۴)

"اور جس کام کے کرنے کا میں اس سے کہہ رہی ہوں۔ اگر وہ اس کو نہیں کرے گا تو لامحالہ قید بھی ہو گا اور ذلیل بھی"

فرضی مقدمات کی داستان انتہائی گھناؤنی اور شرمناک ہے۔ اگر ان سب کا استقصار کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ بہرحال اب یہ بات پوشیدہ نہیں رہی۔

کچل دیے جائیں گے - اس بھی کام نہ چلا تو پھر دھمکی میں مزید شدت کر دی جاتی ہے کہ باز آجاؤ ورنہ کچل دیے جاؤ گے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم الٹا لٹکا دیں گے۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (پ۹- اعراف ع۱۴)

"میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹے (سیدھے) کاٹ دیتا ہوں پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔"

خاصانِ خدا کو قتل کیا۔ خاصانِ خدا نے جب ان کو تبلیغ کی اور وہ بات ان کے مطلب کے خلاف تھی تو ان کو قتل کر ڈالا۔

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ (پ۱- بقرہ ع۱۱)

"جب جب تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہشوں کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا، تم اکڑ بیٹھے۔ پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل ہی کرنے لگے۔"

آگ میں جھونک دیا۔ بس چلا تو ان ظالموں نے داعیانِ حق کو آگ میں جھونکنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (پ۳۰- بروج)

"وہ خندقوں والے ہلاک ہوئے (وہ) آگ (کی تھیں) جس میں (مسلمانوں کو جلانے کے لیے) ایندھن (جھونک رکھا) تھا اور جب کہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو (ظلم وستم) مسلمانوں پر کر رہے تھے وہ (اس کا تماشا) دیکھ رہے تھے۔"

منظم دھاندلی کر کے اس کا انکار۔ ہر زمانہ میں عموماً با اثر طبقہ اور حکمران ٹولہ حق کے نام لیواؤں کا راستہ روکنے کے لیے منظم دھاندلیوں کا ارتکاب کرتا آیا ہے اور دھاندلی کر کے نہایت معصومانہ طریقے کے ساتھ اس سے بے خبری اور بے تعلقی کا ڈھنڈورہ بھی پیٹتا آ رہا ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے، با اثر گروہ اور اربابِ اقتدار نے چاہا کہ اس کی تحریک کا مقابلہ کرنا بالکل فضول ہے، بس سرے سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کا ہی قلع قمع کر دیا جائے، اور صبح ہوتے ہی نہایت حیرت واستعجاب کے ساتھ آواز بلند کی جائے کہ: بخدا! ہمیں تو اس واقعہ کا علم ہی نہیں ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ.

(پ۱۹- النمل ع۴)

"شہر میں نو شخص تھے جو فساد فی الارض کیا کرتے تھے اور اصلاحِ حال (کا خیال) نہیں کیا کرتے تھے، وہ بولے باہم قسم کھاؤ کہ ہم رات کو حضرت صالحؑ اور ان کے متعلقین پر شب خون ماریں گے اور پھر ان کے وارث سے جا کہیں گے کہ ہم (تو) ان کے متعلقین کے مارے جانے کے موقع پر موجود ہی نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔"

الغرض: داعیانِ حق کے راستے میں سینکڑوں رکاوٹیں، سازشیں اور مزاحمتیں درپیش رہتی ہیں۔ جو خوش نصیب ان مزاحمتوں پر فتح پا لیتے ہیں، وہ خدا کے ہاں بھی اپنا ایک مقام بنا لیتے ہیں۔ دنیا اور آخرت بھی دونوں ان کے لیے مبارک ثابت ہوتے ہیں۔ اس راستے میں سب سے بڑی مزاحمت ملک کے بااثر افراد، بے خدا جمہور اور دنیا دار حکمرانوں کی طرف سے ہوتی ہے، اور نہایت سخت ہوتی ہے۔ لیکن بندۂ مومن اس کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔

اہم اعلان

قارئین کرام بخوبی آگاہ ہیں کہ غزنوی و صدیقی" نمبر کے بعد ادارہ "الاسلام" نے شیخ الاسلام

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

کی دعوت و سیرت اور کارہائے نمایاں پر مشتمل خصوصی اشاعت کی ترتیب شروع کر رکھی ہے اور اس کے بہت سے ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں — اس کے ساتھ ساتھ اب ... "الاسلام" نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ برصغیر کے نامور عالم دین سابق امیر جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان اور سابق مہتمم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

کی دینی و علمی خدمات اور حالات زندگی پر مشتمل ایک شاندار نمبر شائع کیا جائے گا (ان شاء اللہ)

لہٰذا اہل قلم احباب سے التماس ہے کہ وہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق مضامین کے ساتھ ساتھ مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اپنے مضامین نظم و نثر، مکاتیب اور دیگر متعلقہ کوائف ارسال فرمائیں تاکہ ان اہم ذمہ داریوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہوا جا سکے۔

(ادارہ "الاسلام" چوک نیائیں گوجرانوالہ)

السنة والحدیث

عزیز زبیدی - واربرٹن

حق کے خلاف دھاندلیاں اور ہوشربا ابتلاء

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ الحدیث (رواہ الترمذی)

صحیح خبروں پر سنسر اور پابندی "حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ، ہمارے ساتھ اس نبی" کے پاس چل! (یہ سن کر) اس سے اس کے ساتھی نے کہا! اگر اس نے سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (بہت خوش ہو جائے گا)"

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت ایک یہودی کے اعتراف اور کہنے پر منحصر نہیں تھی، تاہم انھوں نے ایسا کہنے کو اپنے سیاسی مصالح کے لیے مضر سمجھا کہ اس سے آپ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور ہمارے اپنے رفیقانِ سفر کی حوصلہ شکنی ہوگی — اس لیے اس نے اس پر اپنے ساتھی کو سرزنش کی کہ: اس خبر کا برملا اعلان نہ کیا جائے۔

دراصل خبروں پر سنسر اور پابندی عائد کرنے والے خبروں پر سنسر عائد کر کے خود اندھیرے میں چلے جاتے ہیں، جہاں تک واقعات اور رفتارِ حال کا تعلق ہے وہ خبروں کے پابند نہیں ہیں اور کتنا ہی ان کو دبا یا جائے بہر حال وہ خبریں نشر ہو کر رہتی ہیں، صرف اس فرق کے ساتھ پہلے خبریں اکا دکا کر کے آتی ہیں، جو نظر انداز بھی کی جا سکتی ہیں، لیکن جب ایک ساتھ ان کا لاوا پھوٹتا ہے تو وہ یوں سیلاب بلا بن کر اُبھرتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ سنسر لگانے والوں کو بھی بہالے جاتا ہے — مگر اقتدار کا نشہ اندھا ہوتا ہے: اس کو اپنی قدغن کے نتائج کے مشاہدہ کی جلدی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

کچھ لو اور کچھ دو۔ بااثر لوگ کسی نیک تحریک کو ناکام بنانے کے لیے مختلف چالیں چلتے ہیں، ان میں سے ایک "کچھ لو اور کچھ دو" کا نعرہ بھی ہے۔ اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ: ہمارا پرنالہ بھی اپنی جگہ رہے گا اور مخالف کی طرف سے مدافعت اور مزاحمت کا زور بھی ٹوٹ جائے گا، چنانچہ یہود نے ایک سازش کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہی معاملہ

کیا تھا۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغمبرانہ فراست کے ساتھ ان کی اس سازش کو ناکام بنا دیا تھا۔ ایک پروگرام بنا کر یہودیوں کے چند رؤسا حضورؐ کے پاس گئے تاکہ کسی طرح حضورؐ کو اپنے مشن سے پھسلا دیں، جا کر کہا: جناب! ہم یہودیوں کے با اثر سردار لوگ ہیں اگر ہم نے آپ کا اتباع کر لیا تو سارے یہودی آپ کے ساتھ ہو لیں گے۔ آپ یوں کریں کہ فلاں سے ہمارا تنازع چلا آرہا ہے۔ ہم مقدمہ آپ کے حضور پیش کریں گے، آپ فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں، پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، آپ نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو کچھ خدا نے (آپ پر) اتارا ہے، آپ (بھی) اسی کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں، ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور ان کے (داؤ گھات سے) ڈرتے رہیں کہ جو (کتاب) خدا نے تمہاری طرف اتاری ہے (مبادا) اس کے کسی حکم سے یہ لوگ تم کو بھٹکا دیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ كَعْبُ بْنُ أَسَدٍ وَابْنُ صَلُوبَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ صُورِيَا وَشَاسُ ابْنُ قَيْسٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اذْهَبُوا بِنَا إِلَى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَعَلَّنَا نَفْتِنُهُ عَنْ دِينِهِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوا، يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ قَدْ عَرَفْتَ أَنَّا أَحْبَارُ يَهُودَ وَأَشْرَافُهُمْ وَسَادَاتُهُمْ وَأَنَّا إِنِ اتَّبَعْنَاكَ اتَّبَعَنَا يَهُودُ وَلَمْ يُخَالِفُونَا وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا خُصُومَةً فَنُحَاكِمُهُمْ إِلَيْكَ وَتَقْضِي لَنَا عَلَيْهِمْ وَنُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُكَ فَأَبَى ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِمْ: وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَيْكَ (إلى: لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ) رَوَاهُ مُحَمَّدُ ابْنُ إِسْحٰقَ (ابن کثیر۔ سورۂ مائدہ)

"کچھ لو اور کچھ دو" دراصل حکمران طبقہ کی زبردست چال ہوتی ہے جس کی وجہ سے عموماً تحریکیں لائن سے پھسل جاتی ہے خواہ شروع میں اس کا احساس نہ ہو تاہم بعد میں اس کے بدنتائج ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

آپ کی مانتا ہوں بشرطیکہ۔ کسی تحریک کی ناکامی کے لیے یہ بات بس کرتی ہے کہ: وہ سودے بازی کی لائنوں پر چل پڑے۔ مسیلمہ کذاب ایک وفد کی شکل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں مدینے آیا اور آکر کہا کہ: میں محمدؐ کے اتباع کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ یہ بات پہلے ہو جائے کہ ان کے بعد زمام اقتدار میرے حوالے کی جائے گی، حضورؐ نے سن کر فرمایا

مملکت تو دور کی بات ہے! اگر تو یہ چھڑی جو میرے ہاتھ میں ہے، مانگے تو وہ بھی تیرے سپرد نہیں کروں گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِىْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِىْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ ...... فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِىْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا (رواه البخاری)

اصل میں سیاسی سودے باز، حق کے سلسلے کی دعوت کو "جنس بازار" تصور کر لیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا محرک خدا کی عبدیت نہیں، صرف اقتدار ہوتا ہے۔ اس لیے ٹٹول کر دیکھ لیا جائے تو اس پر سودا کر لیا جائے ۔ یہ بیماری بہت پرانی ہے۔ وزارت کے چکمے، صدارت کے لالچ بھاری رقموں کے لائسنسوں کی پیشکش کر کے داعیوں کو پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں اور منہ کی کھاتے ہیں۔ جیساکہ اوپر کی روایت میں آپ نے دیکھا ہے۔

لالچ - باثر طبقہ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ داعی حق کو کسی طرح رام کر لیا جائے - داعی اور اس کی دعوت میں جتنی حرارت اور عظمت ہوتی ہے، اس کے مطابق لالچ کے سلسلے بھی شروع ہو جاتے ہیں۔

عتبہ بن ربیعہ قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے حضورؐ کے پاس جا کر کہتا ہے

بیٹا! اگر آپ مال چاہتے ہیں تو ہم اس کا ڈھیر لگائے دیتے ہیں، اگر چودھر چاہتے ہو تو اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ آپ نے ان کی یہ ساری باتیں سن کر چند آیات ان کو سنائیں جن کو سن کر وہ بے خود سا ہو گیا۔ (مختصراً)

قال ابن اسحاق حدثنی يَزِيْدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ...... قَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ مَالًا جَمَعْنَا لَكَ مِنْ اَمْوَالِنَا حَتّٰى تَكُوْنَ اَكْثَرَنَا مَالًا وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ بِهٖ شَرَفًا سَوَّدْنَاكَ عَلَيْنَا حَتّٰى لَا نَقْطَعَ اَمْرًا دُوْنَكَ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ مُلْكًا مَلَّكْنَاكَ عَلَيْنَا ...... قَالَ النَّبِىُّ صلعم اَقَدْ فَرَغْتَ يَا اَبَا الْوَلِيْدِ قَالَ نَعَمْ: قَالَ فَاسْمَعْ مِنِّىْ قَالَ اَفْعَلُ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ الاٰية ...... فَلَمَّا سَمِعَهَا مِنْهُ عُتْبَةُ اَنْصَتَ لَهَا وَاَلْقٰى يَدَيْهِ خَلْفَ ظَهْرِهٖ مُعْتَمِدًا عَلَيْهِمَا يَسْمَعُ مِنْهُ الخ

(سیرة ابن ہشام قول عتبة بن ربیعة فی امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرسلاً)

خوف وہراس۔ اگر لالچ سے کام نہ چلے تو پھر خوف وہراس کی فضا پیدا کر کے راستہ روکتے ہیں۔ جناب ابوطالب پر جب قریش کا دباؤ بڑھ گیا تو انھوں نے آپ سے درخواست کی، کہ میرے حال پر رحم کیجیے! میری ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیے۔ حضورؐ نے جواب میں کہا کہ: چچا جان! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنی دعوت جاری رکھوں گا، دین غالب آجائے یا میری جان اس راہ میں کھپ جائے۔

فَأَبْقِ عَلَيَّ وَعَلٰى نَفْسِكَ وَلَا تُحَمِّلْنِيْ مِنَ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِيْقُ ...... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَمِّ! وَاللّٰهِ! لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ، مَا تَرَكْتُهُ (ابن ہشام)

بائیکاٹ۔ داعیانِ حق جب کمزور پوزیشن میں ہوتے ہیں تو ان کے خلاف مجتمع ہو کر ان کا بائیکاٹ کرتے ہیں کہ حقہ پانی بند، رشتے ناطے ختم، لین دین اور میل جول کی سب راہیں مسدود کر دی جاتی ہیں۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے جب یہ محسوس کیا کہ مسلمان مسلمانی سے باز نہیں آتے تو انھوں نے ان سے سماجی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور ایک معاہدہ نامہ لکھ کر سب سے دستخط لے کر کعبہ پر اسے آویزاں کر دیا تاکہ کوئی اس سے انحراف نہ کر سکے۔

اِجْتَمَعُوْا وَائْتَمَرُوْا (بَيْنَهُمْ) أَنْ يَكْتُبُوْا كِتَابًا يَتَعَاقَدُوْنَ فِيْهِ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، عَلٰى أَنْ لَّا يُنْكِحُوْا إِلَيْهِمْ وَلَا يُنْكِحُوْهُمْ وَلَا يَبِيْعُوْهُمْ شَيْئًا وَلَا يَبْتَاعُوْا مِنْهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا لِذٰلِكَ كَتَبُوْهُ فِيْ صَحِيْفَةٍ ثُمَّ تَعَاهَدُوْا وَتَوَاثَقُوْا عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ عَلَّقُوا الصَّحِيْفَةَ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ (سیرۃ ابن ہشام)

کتب تاریخ میں آیا ہے کہ ان کے اس سماجی بائیکاٹ کے نتیجے میں حضورؐ، مسلمان اور بنو مطلب تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ یہ تین سال اتنے شدید رہے کہ پتے کھائے اور سوکھا ہوا چمڑا ابال کر کھا کھا کر جان وتن کے رشتے کو برقرار رکھا۔

افوہ! ان سے بچو۔ جب اس سے بھی کام نہیں چلتا تو خفیہ میٹنگیں ہوتی ہیں کہ اب اگر یہ لوگ دعوتِ حق سے باز نہیں آتے تو کم از کم ایسی بات بنائی جائے جن کو سن کر لوگ ان سے پرہیز کریں، چنانچہ کفار نے ایک میٹنگ بلائی کہ اب حج کے دن آرہے ہیں لازماً لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملیں گے اس لیے لوگوں کو ان سے دور رکھنے کے لیے کچھ ہونا چاہیے مگر بھانت بھانت کی بولی نہیں بولنا چاہیے بلکہ ایک ہی بات کی جائے: سوال ہوا کہ وہ کیا ہو؟

ایک نے کہا کہ کہا جائے کہ آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں، وہ نبی ولی کوئی نہیں، صرف کاہن ہے شورائیہ کے ایک رکن نے اعتراض کیا کہ لوگ اس کا اعتبار نہیں کریں گے، پھر طے ہوا کہ: کہو! یہ دیوانہ ہے، یہ تجویز بھی مسترد کر دی گئی۔ پھر تجویز ہوا کہ کہو! یہ شاعر ہے، مگر یہ بھی نامنظور ہوا، آخر طے ہوا کہ سب یک زبان ہو کر سب سے یہی کہتے رہو کہ یہ تو جادوگر ہے۔ یہ اس لیے کہ بیٹا باپ سے بھائی بھائی سے، دوست دوست سے، خاوند بیوی سے، اور فرد اپنے قبیلے سے جدا ہو جاتا ہے۔

قَالُوا: فَمَا تَقُولُ يَا عَبْدَ شَمْسٍ؟ قَالَ وَاللهِ إِنَّ لِقَوْلِهِ لَحَلَاوَةً وَإِنَّ أَصْلَهُ لَعَذِقٌ وَإِنَّ فَرْعَهُ لَجَنَاةٌ ..... وَمَا أَنْتُمْ بِقَائِلِينَ مِنْ هٰذَا شَيْئًا إِلَّا عُرِفَ أَنَّهُ بَاطِلٌ وَإِنَّ أَقْرَبَ الْقَوْلِ فِيهِ لَأَنْ تَقُولُوا: سَاحِرٌ، جَاءَ بِقَوْلٍ هُوَ سِحْرٌ يُفَرِّقُ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَأَبِيهِ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَأَخِيهِ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجَتِهِ وَبَيْنَ الْمَرْءِ وَعَشِيرَتِهِ فَتَفَرَّقُوا عَنْهُ بِذٰلِكَ

(ابن ہشام)

چونکہ کلمۂ حق کے بعد انسان باطل کے ساتھ مفاہمت نہیں کر سکتا، اس لیے وہ قدرتی طور پر ایک دوسرے کے لیے قابلِ قبول نہیں رہتے۔ اس سے انھوں نے یہ بات بنا کر لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ تبھی تو کلمہ پڑھتے ہی وہ سب سے دور چلا جاتا ہے۔ یہی کچھ اب ہو رہا ہے کہ داعیانِ حق کو بدنام کرنے کے لیے یہ الزام عائد کرتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ قوم کو آخر لڑا کر دم لیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانی اخلاق کی حد تک تو داعیانِ حق سب سے رواداری برتتے اور ان کی خدمت کرتے ہیں لیکن حق کو باطل سے مفاہمت کے لیے رسوا نہیں کرتے۔ مگر یہ بر خود غلط لوگ باطل کی ناز برداری کے لیے حق کو رسوا کر کے دنیا سے داد لیتے ہیں کہ: ہم بہت ہی وسیع الظرف ہیں حالانکہ یہ وسیع الظرفی والی بات نہیں ہے، بے غیرتی کی بات ہے۔

گلے میں پھندا ڈال کر دبایا

حق کی منادی کرنے والوں کو "جرمِ حق" کی جتنی اور جیسی کچھ سزائیں دی جاتی رہی ہیں، اس کی داستان نہایت لمبی اور آزار دہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے ہیں، عقبہ نے آکر آپؐ کے گلے میں پھندا ڈال کر دبایا کہ جان پر بن گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھکا دے کر اسے ہٹایا۔ عقبہ کی غرض یہ تھی کہ کسی طرح اس داعیٔ حق سے خلاصی ہو! اناللہ۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو: رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهُ عَنْهُ

فَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاۗءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (رواہ البخاری)

سر پر آرہ رکھ کر چیر ڈالتے۔ جس طرح حق کا نشہ بڑھتا ہے، ویسا ہی ابتلا و آزمائش کا سلسلہ بھی ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سر پر آرہ رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا ہے مگر ان کے پائے استقلال میں جنبش تک نہیں آتی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاۗءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهٗ عَنْ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص ہوتا تھا کہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا پھر اسے اس میں گاڑ دیا جاتا اور آرہ اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے مگر یہ دکھ اسے دین سے برگشتہ نہ کر سکتا۔

بادشاہ کے ایک مقرب اور اس کے عہد کے ایک ولی اللہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا مگر انہوں نے جان دے دی اور حق کو نہ چھوڑا۔

فَقَالَ لَهٗ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ فَشَقَّهٗ بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيْءَ بِجَلِيْسِ الْمَلِكِ فَقِيْلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِيْنِكَ فَاَبٰى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ فَشَقَّهٗ بِهٖ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ (رواہ مسلم)

آپ تو بہت اچھے آدمی تھے۔ منکرین حق اور جاہ پرستوں کا یہ بھی ایک دستور ہے کہ جب کسی شخص کو حق پر گامزن دیکھتے ہیں تو ان سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ: واہ بھئی! تجھے کیا ہو گیا ہے۔ تم تو اپنی قوم کے لیڈر ہو، تم بس اس کے بھرے میں آ گئے ہو اور اپنے آباؤ اجداد کی راہ چھوڑ بیٹھے ہو اس سے تو یہی بہتر تھا کہ تم مر جاتے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ جب مسلمان ہو گئے تو کفار نے بھی حربہ استعمال کیا تھا۔ روایات میں آیا ہے کہ: یہ وسوسہ شیطان نے ان کے دل میں ڈالا تھا۔

فَقَالَ لِنَفْسِهٖ لَمَّا رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ: اَنْتَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ اتَّبَعْتَ هٰذَا الصَّابِئَ وَتَرَكْتَ دِيْنَ اٰبَاۗئِكَ اَلْمَوْتُ خَيْرٌ لَّكَ مِمَّا صَنَعْتَ (سیرت حلبیہ جلد اول)

سامانِ تذلیل:۔ گمراہ طبقہ کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ کتاب و سنت کی راہ چلنے والے کی یوں تذلیل کی جائے کہ لوگوں کی نگاہ میں وہ "نکو" ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ ناک میں نکیل ڈال کر بازاروں میں اسے نچاتے اور گشت کرتے ہیں اور بچے تالیاں بجاتے ہیں۔ یہی کچھ حضرت بلال رضی

کے ساتھ ہوا۔

ان بلالا کان یجعل فی عنقہ حبل یدفع الی الصبیان یلعبون ویطوفون بہ فی شعاب مکۃ ویقول احد احد (سیرت حلبیہ جلد اول)

اذیتوں کی بھرمار:۔ بندۂ مومن کو حوصلہ شکن اذیتوں کے دور سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ اسلام سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی مؤمل کی ایک لونڈی کو "جرم حق" پر مارتے مارتے جب تھک جاتے تو فرماتے کہ میں نے تمہیں چھوڑا نہیں تھک گیا ہوں۔ وہ جواب میں کہتی: خدا بھی تم سے یہی معاملہ کرے گا۔

وکانت مسلمۃ وعمر بن الخطاب یعذبہا لتترک الاسلام وھو یومئذ مشرک وھو یضربہا حضرت اذا ملّ قال انی اعتذر الیک انی لم اترکک الا ملالۃ فتقول: کذلک فعل اللہ بک (ابن ہشام)

امیہ، حضرت بلالؓ کو دوپہر کے وقت کڑکتی دھوپ میں سخت گرم ریت پر لٹا کر اس پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا کہ: تو مر جائے یا اسلام سے پھر جائے، اس سے پہلے تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ مگر وہ "احد احد" کہتے رہے۔

اذا حمیت الظہیرۃ فیطرحہ علی ظہرہ فی بطحاء مکۃ، ثم یامر بالصخرۃ العظیمۃ فتوضع علی صدرہ ثم یقول لہ: (لا واللہ) لا تزال ھکذا حتی تموت او تکفر بمحمد وتبعد اللات والعزی فیقول وھو فی ذلک البلاء احد احد (ابن ہشام جلد اول) وفی روایۃ: فخرج لسانہ واخوامیۃ یقول لہ زدہ عذابا حتی یاتی محمد فیخلصہ بسحرہ (حلبیہ جلد اول)

حضرت بلالؓ کی والدہ حضرت حمامہؓ کو بھی عذاب کی بھٹی میں ڈالا گیا مگر وہ حق پر قائم رہیں۔

حضرت زنیرہؓ کو اتنا پیٹا اور مارا گیا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔

عذبت فی اللہ حتی عمیت (حلبیہ جلد اول)

حضرت خبابؓ لوہارا کام کرتے تھے۔ جرمِ اسلام میں ان کو انگاروں پر لٹا کر عذاب دیا گیا یہاں تک کہ وہ انگارے ان کے جسم کی چربی اور خون سے بجھے۔

لقد رایتنی یوما قد اوقد الی نارا ووضعوھا علی ظھری فما اطفاھا الا ودک ظھری (حلبیہ)

باطل کے نمائندوں نے عورتوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ حضرت سمیہؓ کو جرم حق کی پاداش میں

ان ظالموں نے شہید کر ڈالا۔

فَأَمَّا أُمُّهُ فَقَتَلُوهَا وَهِيَ تَأْبَى إِلَّا الْإِسْلَامَ (ابن ہشام جلد اول)

بلکہ سمیہؓ کے سارے خاندان کو بڑی اذیتیں دی گئیں، دیکھ کر حضورؐ ان کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔

فَيَمُرُّ بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ: صَبْرًا يَا آلَ يَاسِرٍ، مَوْعِدُكُمُ الْجَنَّةُ (ابن ہشام وغیرہ)

لوہے کی کنگھی سے گوشت نوچ لیا جاتا:۔ اس پر بس نہیں، اسے لوہے کی کنگھی کی جاتی جو اس کی ہڈیوں اور پٹھوں تک سے سارا گوشت نوچ لیتی لیکن اس کو دین سے یہ اذیت بھی نہ روک سکتی۔

وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ (رواه البخاری)

پہاڑ سے دے مارو:۔ ایک نوجوان بچے کو جب حق کا سراغ مل گیا تو پھر وہ ڈٹ گیا اور جان پر کھیل کر حق کا بول بالا کر ڈالا: بادشاہ نے اپنی پولیس اور ایف ایس ایف سے کہا کہ اسے پہاڑ پر لے جا کر زمین پر پٹخ دو۔ جب یوں بھی کچھ نہ بنا تو کہا دریا کے وسط میں لے جا کر اسے دھکا دے ڈالو۔ اب بھی بحکم خدا وہ بچ رہا۔ اور اس کی ایف ایس ایف اور پولیس کو خدا نے ٹھکانے لگا دیا۔

فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ ...... فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ فِي قُرْقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا (رواه مسلم)

اب بھی نار گلزار ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہی دل، وہی ایمان اور وہی استقامت پاس ہو۔

مظاہرین کو آگ میں جھونک دو:۔ اس بچے نے کہا کہ اگر مجھے ضرور ہی ختم کرنا ہے تو پھر ایک کھلے میدان میں خلقت کو جمع کر لیجیے اور مجھے سولی پر لٹکا کر بسم اللہ پڑھ کر مجھے تیر مار دیجیے۔ شہید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہوا مگر سارا مجمع یہ نظارہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پوری فضا ہی آمنا آمنا برب الغلام کے نعرہ سے گونج اٹھی۔ بادشاہ سے کہا گیا کہ یک نہ شد دو شد، اب کیا ہو؟ اس نے کہا کہ آگ جلا کر ان سب کو بھون ڈالو، جس کا انجام یہ نکلا کہ آگ نے ہی آگے بڑھ کر اس مغرور بادشاہ اور اس کے مقربین کو اپنی لپیٹ میں لے کر بھون ڈالا۔

فَأَمَرَ بِالْأُخْدُودِ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأَضْرَمَ النِّيرَانَ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ

دِیْنِہٖ فَاَحْمُوْہُ فِیْہَا اَوْ قِیْلَ لَہٗ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا (رواہ مسلم)

عورت لائی گئی اس کے ہمراہ بچہ بھی تھا، خاتون ذرا جھجکی تو بچے نے آواز دی! امی! ہمت نہ ہاریے۔ تو حق پر ہے۔

حَتّٰی جَاءَتِ امْرَاَۃٌ وَمَعَہَا صَبِیٌّ لَہَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِیْہَا فَقَالَ لَہَا الْغُلَامُ یَا اُمَّہْ اصْبِرِیْ فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ (رواہ مسلم)

اس واقعہ کا مختصر ذکر سورت بروج میں بھی آیا ہے۔ بہر حال دعوتِ حق کی راہ میں ہزاروں مشکلات، سینکڑوں امتحان، عذاب اور اذیتوں کے بیسیوں اژدہا منہ کھولے پھنکارتے دکھائی دیتے ہیں، جو لوگ ان کی پروا کیے بغیر اپنی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ آخر فتح ان کی ہوتی ہے اور خدا ان کا ساتھ دیتا ہے۔ مگر ع ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی!

لیکن توفیق ایزدی کے بغیر یہ بہت مشکل سے حاصل ہوتی ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محبوب خدا ﷺ کی دُعائیں قیمت: ۳ روپے

حُسن پرستوں کے انجام کا منظر قیمت: ۱۵ روپے

فریادِ آدم علیہ السلام کا منظر قیمت: ۱۰ روپے

اسلامی بہشتی زیور قیمت: خاص ۵۰ روپے عام ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ اشاعتِ دینیات سعید منزل، ۱۸۷- انار کلی- لاہور

دارالافتاء

عزیز زبیدی، واربرٹن

الحرب خدعۃ۔ اسلامی انتخاب۔ عورت کی نمائندگی

ضلع ساہیوال سے ایک صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ الحرب خدعۃ کے کیا معنی ہیں۔ حرب سے کیا مراد ہے اور خدعۃ کسے کہتے ہیں۔ الیکشن کے دنوں میں جو جو فریب دیے جاتے ہیں، کیا وہ بھی اس کے تحت آتے ہیں؟

۲۔ ماہنامہ محدث میں آپ کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ انتخابات کا یہ مروجہ طریق کار غلط ہے، تو پھر صحیح کیا ہے؟ یہ واضح نہیں ہوتا۔ فرمائیں وہ کیا ہے؟

۳۔ کیا اسلام میں اس امر کی گنجائش ہے کہ عورت اپنے حلقہ کی نمائندگی کرے؟ یا ایک امیدوار کی حیثیت سے وہ الیکشن لڑے؟ (مختصراً)

الجواب

۱۔ **الحرب خدعۃ**۔ بخاری وغیرہ میں یہ حدیث آئی ہے، بقول واقدی حضورؐ نے یہ بات سب سے پہلے غزوہ خندق میں فرمائی تھی۔

ذکر الواقدی ان اول ما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الحرب خدعۃ" فی غزوۃ الخندق (فتح الباری)

اَلْحَرْبُ جنگ اور لڑائی شجاع، بہادر، جنگ جو۔ اَلْحَرَبُ لڑائی میں کسی سے مال چھیننے، تباہی، ہلاکت، خرابی۔ الحربۃ نیزہ، برچھی، برچھا، برچھا مارنا، مال چھیننا، فساد دین اور الحِرْبِیَۃُ شکل اور ہیئت جنگ کا نام ہے۔

اَلْخَدْعَۃُ۔ دھوکا، فریب، تدبیر، دھوکا دینا، کم ہونا، بازار کا ٹھنڈا پڑنا، اس کا رائج ہونا، مختلف ہونا، کپڑے کو تہ کرنا، سورج کا ڈوبنا، عطیہ دینے سے رکنا، وغیرہ اس کے معنی ہیں جو اس کے مختلف استعمالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے "اَلْحَرْبُ خَدْعَۃٌ" کے معنی بھی متعدد ہوگئے۔ یہاں یہ معنی بنتے ہیں۔

(۱) الحرب خدعۃ لڑائی دھوکے کی ٹٹی ہے۔ جنگ سرتاپا فریب اور دھوکا ہے۔ یعنی کچھ پتہ

نہیں چلتا کہ کیا پلٹا کھائے گی، فتح یا شکست؟ گویا کہ: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ اَلْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ (رواہ البخاری عن ابی سفیان) یعنی ہم میں اور اس (رسولِ خدا) میں لڑائی ڈولوں کی طرح ہے یعنی کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اور کبھی وہ ــــ کی تصویر کا ایک رُخ اور پہلو ہے۔

۲۔ الحرب خدعة لڑائی دھوکا ہے، یعنی اس میں لوگ ــــ کبھی کچھ کر گزرتے ہیں، فریب دیتے ہیں، مکر کرتے ہیں، داؤ پیچ لڑاتے ہیں، دکھاتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ گویا کہ یہ دونوں (۱۔۲) صورتیں اخبار ہیں تشریع اور تجویز نہیں ہیں، یعنی حضورؐ نے دنیا کا یہ ایک عام معمول بتایا ہے کہ لوگ یوں بھی کرتے ہیں۔

۳۔ الحرب خدعة لڑائی ایک تدبیر اور چال کا نام ہے۔ یعنی اصل میں جنگ صرف جراٴت یا جنگی ساز و سامان کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا دار و مدار جنگی تدبیر، حکمتِ عملی اور تدبیر پر ہے چنانچہ یہ ایک ضرب المثل ہے۔

انفاذ الرای انفع من الطعن والضرب (المقاصد الحسنة للسخاوی)

یعنی حکمت عملی سے مات دینا، گردنیں اڑانے سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔

المماکرة فی الحرب انفع من المکاثرة (المقاصد الحسنة)

یعنی لڑائی میں حیلہ اور تدبیر بھیڑ سے زیادہ نافع بات ہے۔

اذا لم تغلب فَاخْلُبْ (ایضاً)

یعنی جب (جنگ میں) غالب نہ ہو سکے تو پھر باتیں بنا کر کام چلاؤ۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے جنگی حکمت عملی اور تدبیر کے معنی پسند کیے ہیں۔

وفی الحدیث الاشارة الی استعمال الرای فی الحرب بل الاحتیاج الیہ آکد من الشجاعة .... قال ابن المنیر: معنی الحرب خدعة ای الحرب الجیدة لصاحبها الکاملة فی مقصودها انما ھی المخادعة لا المواجهة وذلک لخطر المواجهة وحصول الظفر مع المخادعة بغیر خطر (فتح الباری باب الحرب خدعة)

۴۔ خدعة کے ایک معنی "توریہ" بھی کیے گئے ہیں، یعنی ذو معنی بات کی جائے، جیسا کہ جنگوں میں حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا معمول تھا۔

قال کعب: ولم یکن یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوة الا ورّی بغیرھا (رواہ البخاری)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ جنگوں میں صریح جھوٹ اور کھلم کھلا دھوکا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اکثریت کے نزدیک یہ سبھی کچھ جائز ہے، کیونکہ غلبۂ حق کے لیے جب گردنیں اڑائی جا سکتی ہیں تو جھوٹ بہر حال اس سے بڑھ کر سنگین بات نہیں ہے، جھوٹ سے غرض کسی کا حق مارنا اور اپنی زیادتی پر پردہ ڈالنا ہی ہوتی ہے، جنگ میں تو غرب ہے بانس نہ بجے بانسری والی بات بن جاتی ہے کہ: خود حق دار ہی غائب کر دیے جاتے ہیں۔ مگر یہ ایک آخری جائزہ کا رکی بات ہے تاہم اس کا ایک ممکن پہلو تو ہے ہی۔

ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ: تعریض تو جائز ہے، صریح جھوٹ جائز نہیں ہے۔

قال ابن بطال: سالت لبعض مشائخی عن معنی ھذا الحدیث: فقال الکذب المباح فی الحرب ما یکون من المعاریض لا التصریح بالتامین مثلاً (فتح الباری)

راقم الحروف کے نزدیک گو اضطرار کی صورت میں اصولی حد تک صریح جھوٹ کی اجازت ہے مگر اسلاف نے اس گنجائش سے بھی کبھی استفادہ نہیں کیا، خاص کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا دامن اس سے بالکلیہ پاک رہا۔

الیکشن گو مقابلہ کی ایک صورت ہے تاہم معروف معنوں میں یہ جنگ بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس میں صریح جھوٹ کے لیے کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ مثلاً اسلام اور سوشلزم کے سلسلے کے انتخابات میں گو اسلام اور سوشلزم کے مابین مقابلہ ہے مگر یہ استصواب کی صورت ہے، خانہ جنگی کی شکل نہیں ہے۔

انتخابات کا اسلامی طریقہ۔ آپ نے یہ سوال کر کے ایک عجیب بحث چھیڑ دی ہے۔ عجیب اس لیے کہ دور حاضر میں اس کا جواب بھی عجیب تر ہے، ہم سب نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں، وہ ہمارے جواب کے لیے بھی بالکل ناسازگار ہے۔ غالباً قارئین بھی ایسا ہی محسوس کریں گے۔

عوامی انتخاب ۔ دور حاضر کا انتخاب (۱) مبنی بر تکلف خفیہ پرچی (بیلٹ پیپر) (۲) تحزب اور (۳) عوام کے عامیانہ انتخاب کا دور کہلاتا ہے۔

خفیہ پرچی ۔ خفیہ پرچی سے غرض ایسے باضمیر اور معاملہ فہم ووٹر کی آزادانہ رائے کا استعمال ہے۔ جو خارجی عوامل کے دباؤ سے آزاد ہوتے ہیں! لیکن افسوس یہاں یہ راز، راز بھی نہیں رہتا۔ بلکہ اس مصنوعی صیغۂ راز کی آڑ میں جو بدکاری راہ پا جاتی ہے وہ اس راز کی پاکیزگی

کو گندگی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیتی ہے۔ خفیہ پرچی اگر اس خاموش فضا کا حاصل ہوتی، جو تسکاریوں کی شاطرانہ پانڈ باری سے بے داغ رہ کر صرف انسان کی ذاتی صوابدید، تعامل، تجربات اور تعارف کا نتیجہ ہو سکتی ہے تو پھر اس کی بھی کچھ قیمت ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ سب جانتے ہیں کہ ہر دور میں ایسا نہیں ہوتا۔

امیدواری۔ امیدواری اور پھر امیدوار کی طرف سے گمراہ کن مہم جوئی ہمارے نزدیک اسلامی اور آزادانہ انتخابات کی روح کے بالکل منافی ہے مگر یہاں یہ سب سے بڑی سعادت تصور کی جاتی ہے۔

تحزب۔ یعنی پارٹی سسٹم، اسلام کے نزدیک بہرحال یہ سسٹم یہود و نصاریٰ کی حماقتوں کے باقیات میں سے ہے۔ ملت اسلامیہ میں علمی اختلاف رائے کے لیے تو گنجائش ممکن ہے لیکن اس کی بنیاد پر فرقہ بندی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہاں حکومتیں ہی پارٹی سسٹم اور فرقہ بندی کی بنیاد پر بنتی اور بگڑتی ہیں بلکہ ایسی حکومتیں اس نامراد سسٹم کو تحفظ بھی مہیا کرتی رہتی ہیں۔ مگر اسلام میں جو حکومتیں بنتی ہیں، وہ پارٹی سسٹم کی پیداوار نہیں ہوتیں اور نہ اس کو وہ تحفظات مہیا کر کے ملت اسلامیہ کے شیرازہ کا خون کرتی ہیں — بلکہ جہاں اور جب اس کی گدگدی محسوس کی گئی ہے، اسلامی حکومت نے ہمیشہ اس کو دبایا ہے — بہرحال یہ تحزب اور پارٹی سسٹم مروجہ انتخابات کا اولین خمیر ہے جو انتہائی مکروہ شے ہے، اس کو جاہ پرست کھلنڈروں نے اپنی ترقی کے لیے زینہ بنایا ہے۔ جو بہرحال مذموم بات ہے۔

عامیانہ انتخاب۔ اس دور بہیمیت نے "اقتدار" کو خدمت کے بجائے کاروبار اور کام و دہن کے چسکے کی تسکین کے لیے ایک دھندا بنا ڈالا ہے اس لیے "جہانبانی" کے نقطۂ نظر سے "ریاست" کی تشکیل نہیں کی جاتی بلکہ "روٹی کپڑے" سے پرے اس کے لیے اور کوئی دائرہ کار رہنے ہی نہیں دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی "انسانیت" کے بجائے انسان کی حیوانیت کی زیادہ خدمت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کے انتخاب میں ان کی اس بہیمانہ حس کے سوا اور کوئی برتر تحریک کا نشان نہیں ملتا — ورنہ حیوانوں کے بجائے انسان ضرور منتخب ہو پاتے۔

ابن آدم کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان نے اب تک جو جو پاپڑ بیلے ہیں، ان سب سے اس کی یہ عظیم دریافت ہے — جو عوام رہنمائی کے دست نگر تصور کیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ انتخاب بھی انہی حیوانوں کو کریں گے جو ان جیسے عامی اور پست فطرت کے لوگ

ہو سکتے ہیں، کیونکہ کیکر کے درخت سے سیب یا انگور اور آم برآمد نہیں کیے جا سکتے۔ پھر ان سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اونچے انسانوں کو ہی انتخاب کر کے لائیں گے۔

اسلام میں طریقۂ انتخاب۔ گو وقت اور حالات کے مطابق طریق کار میں مناسب تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ایسی تبدیلی جس سے طریق کار کی بنیادی روح مجروح ہو سکتی ہو وہ غیر اسلامی تبدیلی کہلاتی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک مندرجہ بالا چاروں طریقے جوں کے توں قبول کرنا غیر اسلامی انداز ہے۔

خفیہ پرچی کی جگہ ملک میں امیدوار کی عمومی نیک شہرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیے اور تحزب (پارٹی سسٹم) کے بجائے "ملت واحدہ اور امت مسلمہ" اپنے اندر سے حسب حال اور محض اپنے ملی اور دینی مستقبل کے لیے کچھ لوگوں کو پیش کیا کرے اور عوام کے بجائے ملتِ اسلامیہ کے خواص جو سیاسی اور دینی سوجھ بوجھ اور تجربہ رکھتے ہیں وہ مل کر بیٹھیں اور علاقائی و طبقاتی تصورات سے بالاتر رہ کر پوری خدا خوفی کے ساتھ ملی قیادت کے لیے مناسب اشخاص کا انتخاب کیا کریں۔ کیونکہ یہ بات ایک دوسرے کی جانشینی کی نہیں ہے بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس جانشینی کی بات ہے۔

سب سے پہلے جانشین کا انتخاب۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک ہنگامی اجلاس ہوا۔ گو یہ اجلاس کھلا تھا، تاہم بات پر خواص نے غور کیا۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد طے پایا کہ: کہ عرب کی قیادت کے لیے قبیلۂ قریش میں سے کسی فرد کا انتخاب ہونا چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر عرب سے خراج اطاعت حاصل کرنا مشکل ہے۔ یعنی خلیفہ کو با اثر اور نیک شہرت رکھنے والے خاندان کا فرد ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مقصود اطاعت تھی۔

آپ حیران ہوں گے کہ یہاں دوسرے اور قابل ذکر محاسن اور شرائط کا ذکر نہیں ملتا، اور نہ ان کی تلاش کے لیے کہیں سے کوئی صدا بلند ہوئی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

بات یہ ہے کہ پیغمبر کی جانشینی کے لیے اور جن مکرمات، صفات حسنہ اور ملکات کاملہ کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ ان کے ہر فرد میں پہلے سے موجود تھے۔ وہاں بات "خلا" کی نہیں تھی بلکہ وہاں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر سماں طاری تھا اس لیے اب بات یہ رہ گئی تھی کہ قبیلہ کون سا ہو جس کے سامنے عرب بخوشی سرِ اطاعت خم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس پر سب نے اتفاق کیا کہ وہ قبیلہ قریش ہے، ان میں سے بھی بہتر اب صرف صدیق اکبر رضی ہیں! اس

انتخاب کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔

یہاں انتخاب "اعیانِ ملت اور خواص" نے کیا۔ اور بغیر کسی متمنّی امیدوار کے کیا، از خود کیا اور جس کا انتخاب کیا، اس کو بھی اس وقت اس کا علم ہوا جب اس کو انتخاب کر لیا گیا۔

دوسرے جانشین کی باری۔ حضرت عمرؓ کی جب باری آئی تو خلیفۂ وقت نے اس کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ خدا ترس خلیفہ نے خدا کے سامنے اس کی جوابدہی کے پورے احساس کے ساتھ اسے نامزد کیا جس کی بعد میں اعیان ملت اور دوسرے مسلمانوں نے تصدیق کر دی۔ یہاں بھی انتخاب خواص کی نگاہِ انتخاب کا نتیجہ تھا۔ عوام کی بھیڑ چال کا نہیں تھا۔

تیسرے جانشین کا انتخاب۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے لیے اکابرِ قوم اور اعیانِ ملت کا ایک بورڈ مقرر کیا گیا، جس نے کافی چھان پھٹک کے بعد حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا اور بعد میں مسلمانوں نے اس پر اعتماد کیا۔

خواص کے ذریعے "انتخاب" کا طریقہ انجام اور مآل کے اعتبار سے سلامت روی اور طمانیت کا طریقہ ہے۔ عوام بھی خواص کی عینک سے دیکھتے ہیں اور یہ راہ شارٹ کٹ بھی ہے اور یہ کہ بعد کی بے اطمینانی کے ازالے کے لیے مفید بھی۔

چوتھے جانشین۔ مگر افسوس! چوتھے خلیفے حضرت علیؓ کا انتخاب بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر خواص کے بجائے عوام کے ہجوم میں ہوا۔ چنانچہ اس "عوامی انتخاب" کے نتیجے میں جو خلفشار ورثے میں ملا وہ بھی بالآخر عامی ہی انداز میں نمودار رہا ــــ اور اس فرق کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم اور بزرگ ہستی جو اپنی باری پر سب سے زیادہ استحقاقِ خلافت کی حامل شخصیت تھی، کے سلسلے میں جو فتنے اُبھرے، ان کے اصلی سبب کو دور کرنے کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسے بعد میں آنے والے انتخاب کی بنیاد بنا ڈالا جس سے وہی نتائج برآمد ہوئے جو یہاں نمودار ہوئے۔ حالانکہ حضرت علیؓ کا انتخاب شورش کے دوران ہوا اور انتہائی غیر متوازن حالات میں ہوا۔ اسے نارمل حالات کے لیے مثال تصور کرنا مناسب نہیں تھا۔ بہرحال بعد میں بھی جب کہیں اس عوامی انتخاب کی باری آئی یہی ہوا یعنی دائمی انتشار، عوام کی سطحی خواہشات کا احترام اور سماجی قسم کی برائیوں کے لیے تحفظات۔ چنانچہ باطل کے بجائے ایک دوسرے کے خلاف نعرے نے اس قدر طول کھینچی کہ اب دنیا نے اسے ہی "جہادِ حق" تصور کر لیا۔ باطل دندناتا رہا لیکن وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ طاغوت کا تو کچھ نہ بگڑا مگر جعلی قسم کے مجاہدوں نے ایک دوسرے کے سر ضرور قلم کیے۔

اس عوامی انتخاب کی وجہ سے عوام کو خوش رکھنے کے لیے خدا اور رسولِ خدا کی خوشنودی کا احساس جاتا رہا، اس لیے اب عوامی انتخاب کے ذریعے عامی قسم کے رہنما اقتدار کی کرسی پر متمکن ہوئے، جو عوام ہی رہے اور عامیانہ ہی کام کرتے رہے۔

انتخاب کی ڈور خواص کے بجائے عوام کے ہاتھ میں تھما دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ خواص بالکل پس پردہ چلے گئے اس لیے عوام قابلِ ذکر قیادت سے محروم ہونے کی وجہ سے زیادہ متوازن نہ رہ سکے، جس کے بعد عموماً وہی کچھ ہوا جو ایسی صورتِ حال کا قدرتی تقاضا ہو سکتا ہے۔ یعنی عوام کے عامیانہ کاموں کے عامیانہ نتائج!

اس سلسلے کے دوسرے تفصیلی دلائل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنی بات ہے کہ: انتخابات کے مذکورہ چاروں طریقے غیر اسلامی ہیں اور حد درجہ نقصان دہ بھی ہیں۔ خلفائے راشدین میں سے پہلے تینوں خلفاء کا جس طرح انتخاب کیا گیا تھا اسی میں اب بھی ہمارے لیے عافیت ہے، چوتھے خلیفے کے عوامی انتخاب کا نتیجہ شایانِ شان نہیں رہا۔

ہم اس کے علاوہ یہ بات بھی ضروری تصور کرتے ہیں کہ جب تک مروجہ طریقے سے انتخابات کا سلسلہ جاری رکھنا ناگزیر ہے وہاں تک یہ ضروری ہے کہ انتخاب سے تین ماہ پہلے وزیر اعظم اور صدر دونوں مستعفی ہو جائیں اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہاں اس صورت میں یہ بھی ازبس ضروری ہے کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی نامزدگی کا طریقہ ختم کیا جائے اور سینیارٹی لسٹ کے مطابق قدرتی طریقے سے ان کے تقرر کی ضمانت بھی دی جائے تاکہ انتخابات کراتے وقت وہ بالکل خالی الذہن ہو کر اپنے فرائض انجام دیں۔

عورت اور الیکشن۔ اگر عورت کو اس سے معاف رکھا جائے تو اس کے لیے بھی مفید ہے اور اسلامی روح کے بھی قریب ترین بات ہے۔ عورت کے نوعی تقاضے اور صنفی نزاکتیں بھی سدِ راہ ہیں، خاص کر (۱) بچوں کی پرداخت (۲) حمل کی کوفت اور (۳) ماہانہ مخصوص حالات اس امر کے متحمل نہیں ہیں کہ وہ دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ قومی نمائندگی اور قیادت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

اگر یہ خاتون، حسن و حسین، خالد، ابوعبیدہ، طارق، محمد بن قاسم اور عمر جیسی نسل کی تیاری ہی قوم کی کوئی خدمت انجام دے سکے تو یہ اس کا عظیم کارنامہ ہوگا اور اس کا ایک بہت بڑا احسان بھی۔ زمانہ ایام اور حمل میں عورت کا مزاج قدرتاً غیر متوازن ہوتا ہے، جس کی بنا پر اس سے

کسی متوازن قیادت اور نمائندگی کی توقع مشکل ہے۔

اس کے علاوہ اس کی زندگی کا دائرۂ کار بھی قدرتاً کافی محدود ہوتا ہے، اس لیے اس کی نگاہوں میں آفاقیت کے نقوش کم ابھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ناقصات العقل والدین بھی قرار دیا ہے۔ تجربہ ادھورا ہو تو عقل کیسے مکمل ہو؟ اپنی صنفی مجبوریوں کی بنا پر ملّی اور دینی خدمات کے سلسلے میں کافی حد تک معذور تصور کی گئی ہے، اس کے بعد دین میں وہ پختہ کار ہو تو کیسے ہو؟

نمائندگی اور قیادت سے غرض، ملک وملت اور دین میں ترقی اور فلاح کی تلاش ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، اس کے لیے عورت کا انتخاب عبث ہے بلکہ ایسی قوم کا فلاحی مستقبل بھی خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔

لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً (بخاری۔ کتاب المغازی)

وہ قوم جس نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر دیا، ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔

خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن اندرونی مزاحمتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقابلہ بھی تھا۔ حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ ابوبکرہ ہیں، ابوبکر صدیق نہیں ہیں) سے کہا گیا کہ آپ حضرت عائشہ رض صدیقہ کی حمایت کریں، تو انھوں نے فرمایا کہ قریب تھا کہ حضرت صدیقہ کی طرف سے میں بھی جنگ میں کود پڑتا مگر میں نے حضور سے ایک ایسی بات سنی جس نے مجھے اس سے بچا لیا، وہ یہ کہ حضور کو اطلاع ملی کہ اہلِ فارس نے اب عورت کو اپنا سربراہ مقرر کر لیا ہے، اس پر آپ نے فرمایا: تو پھر ان کا انجام بھی معلوم۔

عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (رواہ البخاری باب کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر)

بعض دوسرے شواہد سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ عورت کی قیادت بابرکت نہیں ہوتی گو علی الانفراد یہ روایات متکلم فیہ ہیں تاہم مجموعی لحاظ سے کام دے سکتی ہیں۔

طاعۃ المرأۃ ندامۃ رواہ ابن مندہ عن الربیع الانصاری وابن عساکر عن جابر بعد منہ

علیہما السیوطی ب (ح) ای حدیث حسن - جامع صغیر - وابن عدی عن زید بن ثابت ولکن فیہ عنبسۃ واخرجہ العقیلی وابن عدی والقضاعی والباقرخانی وابن عساکر عن عائشۃ وفی سندہ ابن سلیمان والمنذوی۔

یعنی عورت کی اطاعت کا انجام ندامت ہے۔

ھلکت الرجال حین اطاعت النساء اخرجہ ابن عدی وابونعیم والحاکم واحمد وقال الحاکم صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی ولکن قال الالبانی وھذا ذھول منہ۔ وقال السیوطی (حم طب ک) عن ابی بکرۃ (ح) جامع الصغیر۔

مرد تباہ ہو گئے جب وہ عورت کی اطاعت میں چلے گئے۔

تیادت تو بڑی بات ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کو ووٹ دینے کی زحمت بھی نہیں دینی چاہیے۔

خالفوا النساء فان فی خلافھن البرکۃ رواہ العسکری عن عمر ولکن فیہ جلتان۔

یعنی عورت کے خلاف میں برکت ہے۔

ایک اور موقع پر حضورؐ نے کچھ امور ایسے بھی گنوائے جن کی موجودگی کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اس جینے سے مرجانا تمہارے لیے بہتر ہے: ان میں سے ایک عورت سے مشورہ اور ووٹ لینا یا اسے نمائندگی مہیا کرنا بھی ہے۔

وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب لانہ فیہ الصالح المری

گو علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض جزوی امور میں ان سے مشورہ لیا بھی جا سکتا ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ تاہم وہ استثنائی اور جزوی قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ اتنے اہم قومی امور کے لیے ان کی نمائندگی یا اس کے لیے ان سے ووٹ لینے کی کوشش، اسلامی روح کے خلاف ہے۔ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ بھارت کے معمر وزیر اعظم مسٹر مرارجی ڈیسائی نے عورت کے سلسلے میں اپنے تجربات کا نچوڑ بتایا ہے کہ: پہلے عورت کے سلسلے میں میری رائے اچھی تھی، لیکن مسز اندرا گاندھی (سابق وزیر اعظم بھارت) بندرا نائیکے (وزیر اعظم سری لنکا) اور گولڈا میئر (سابق وزیر اعظم اسرائیل) کے دورِ اقتدار کے مشاہدہ کے بعد میری رائے بدل گئی ہے۔ (بی بی سی لندن و اخبار نوائے وقت لاہور)

ہاں بعض زرعی معاملات میں ان کی معلومات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، مگر وہ کچھ ایسی بات نہیں ہے کہ اس کے لیے ان کو اسمبلی میں آنے کی زحمت بھی ضرور دی جائے۔

بہرحال وہ گھر میں اچھی لگتی ہے، اسمبلی میں نہیں کیونکہ یہ پری خانہ ہے شمع محفل نہیں ہے۔ ہاں واقعتہً کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ اس کے بغیر گزارہ نہ ہو تو یہ استثنائی صورت ہو گی۔ مگر ابھی تک اس کی ایسی کوئی شکل ہمارے سامنے نہیں آئی۔ واللہ اعلم۔

حضرت خضر، تختِ سلیمانی پر ایک دھڑ، محاسبہ حضرت سلیمان و ابن عوف

محمد سعید صاحب ملتانی ضلع گجرات سے لکھتے ہیں کہ:

۱۔ کیا حضرت خضر اللہ کے نبی تھے؟

۲۔ محدث میں تختِ سلیمانی پر ایک دھڑ کے سلسلے میں آپ نے جو تحریر کیا ہے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں، وہ بخاری شریف کی حدیث کے خلاف ہے، جس میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں اپنے حرم خانہ میں سب کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک خانہ سے ایک مجاہد پیدا ہو گا، مگر ان شاء اللہ نہ کہا، اس لیے بچہ پیدا ہوا جس کو دائی نے لاکر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ڈال دیا، اس دھڑ سے یہی دھڑ مراد ہے۔

۳۔ ترجمان الحدیث میں ع۲۱ حدیث کی تشریح میں آپ نے حضرت سلیمان اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا جو واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کس کتاب میں ہے اور اس کی پوری عبارت کیا ہے۔

الجواب

۱) حضرت خضر علیہ السلام۔ صحیح یہ ہے کہ وہ نبی تھے، غیر نبی کا الہام اور کشف حجت نہیں ہوتا۔ اگر معروف احکام الٰہیہ کے خلاف ہو تو خود ایسے صاحب الہام اور کشف بھی اس پر عمل کرنے کے مجاز نہیں ہوتے اور نہ وہ سچے نبی کے اعتراض کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ سکتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ سب کچھ کیا کیونکہ یہ انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے۔ غیر نبی اس کا مجاز نہیں ہوتا۔

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آیا ہے کہ: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک غریب شخص کی کشتی میں سوراخ کر کے اسے بیکار کر دیا اور ایک بچے کو ناحق مار ڈالا، جب وجہ بتائی تو یہ کہا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو ظالم بادشاہ اسے اپنے قبضہ میں لے لیتا، بچے کے متعلق

فرمایا کہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنے والدین کو بھی کافر اور نافرمان بنا دیتا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (کہف رکوع ۷)

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی پر سوار ہو گئے تو (حضرت خضرؑ نے) اس میں سوراخ کر ڈالا (حضرت موسیٰؑ نے) کہا کیا آپ نے کشتی اس لیے پھاڑ دی تاکہ کشتی کے لوگوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے بڑی اوپری حرکت کی۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا (سورہ کہف ع)

پھر وہ دونوں اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ (راستہ میں) وہ ایک لڑکے سے ملے تو (حضرت خضرؑ نے) اسے (بھی) مار ڈالا (حضرت موسیٰؑ) بولے کیا آپ نے ایک معصوم کو مار ڈالا اور بغیر کسی قصاص کے، آپ نے بڑی بے جا بات کی۔"

بعد میں حضرت خضرؑ نے اس معمہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے وہ وجہ بتائی جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ شرعی اعتبار سے کوئی غیر نبی محض کشف و الہام کی بنا پر اس قسم کے غیر شرعی اقدامات کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں جس صاحب کا ذکر ہے وہ بھی حضرت خضر ہی تھے؟ اس کے لیے بخاری شریف میں ان کے نام کی تصریح آگئی ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام ۱/۴۸۱

امام ابن کثیر مندرجہ بالا واقعات کے بعد لکھتے ہیں کہ جو لوگ حضرت خضرؑ کی نبوت کے قائل ہیں یہ اس کا ثبوت ہے۔

وفیہ دلالۃ لمن قال بنبوۃ الخضر علیہ السلام مع ما تقدم من قولہ الخ (م/۹۹)

نمبر ۳ **تخت سلیمانؑ پر دھڑ**۔ جس حدیث کا آپ نے ذکر کیا ہے، بعض مفسرین نے اس کے مذکورہ سلیمانی واقعہ سے قلابے ملانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مگر حدیث کے کسی جملے اور لفظ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ اس روایت کا اس واقعہ سے کوئی تعلق ہے۔ آپ نے حدیث کے آخر کی جو عبارت نقل کی ہے یعنی؛ جس کو دائی نے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر لا کر ڈال دیا۔ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں مفسرین کے ہیں۔ یہ روایت بخاری کے علاوہ مسند احمد میں بھی آئی ہے۔ اس کے

الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال سلیمان بن داود لا طوفن اللیلۃ علی سبعین امرأۃ تحمل کل امرأۃ فارسا یجاھد فی سبیل اللہ فقال لہ صاحبہ ان شاء اللہ فلم یقل فلم تحمل شیئًا الا واحدا ساقطا احدی شقیہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو قالھا لجاھدوا فی سبیل اللہ قال شعیب وابن ابی الزناد، تسعین وھو اصح۔ (بخاری کتاب الانبیاء ص ۴۸۷ ج ۱)

۳۔ حضرت سلیمانؑ۔ اس سلسلے کی روایت امام محمد بن الحسن شیبانی (ف ۱۸۹ھ) نے اپنی کتاب "الاکتساب فی الرزق المستطاب" میں ..... نقل فرمائی ہے۔ اب یہ کتاب تو ناپید ہے۔ امام محمدؒ کے شاگرد حضرت امام محمد بن سماعۃ نے اس کی تلخیص کی تھی، وہی اب ملتی ہے۔ ہمارے سامنے بھی یہی تلخیص ہے۔ اس میں روایت کے یہ الفاظ آئے ہیں:

وفی الآثار: ان اٰخر الانبیاء علیھم السلام دخولا الجنۃ سلیمان علیہ السلام لملکہ (الاکتساب فی الرزق المستطاب ص ۲۹)

حضرت ابن عوف۔ ثم اقبل علی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال لقد بطأ بک عنا من بین اصحابی حتی خشیت ان یکون ھلکت وعرقت عرقا شدیدا فقلت ما بطأ بک فقلت یا رسول اللہ من کثرۃ مالی ما زلت موقوفا محاسبا اسئل عن مالی من این اکتسبتہ وفیما انفقتہ فبکی عبد الرحمٰن الحدیث رواہ البزار واللفظ لہ والطبرانی ورواتہ ثقات الا عمار بن سیف وقد وثق (الترغیب والترھیب ص ۵۷ الترغیب فی الفقر وقلۃ ذات الید الخ طبع ھند)

وفی روایۃ: قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما لعبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما بطأ بک عنی یا عبد الرحمٰن ؟ قال وما ذاک یا رسول اللہ ؟ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انک اٰخر اصحابی لحوقا بی یوم القیامۃ فاقول ما حبسک عنی فیقول: المال کنت محاسبا محبوسا حتی الآن رواہ محمد فی الاکتساب ص ۲۹) وجاء فی مسند احمد: یدخل عبد الرحمٰن بن عوف الجنۃ زحفا (حاشیۃ الاکتساب ص ۲۹)

ولکن قال المنذری: وقد ورد من غیر ما وجہ ومن حدیث جماعۃ من الصحابۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ یدخل الجنۃ حبوا لکثرۃ مالہ ولا یسلم اجودھا من مقال ولا یبلغ منھا شیء بانفرادہ درجۃ الحسن (الترغیب والترھیب ص ۵۷) واللہ اعلم وعلمہ اتم

مولانا ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی۔

اطاعتِ رسول ـ قرآن کی روشنی میں

کائنات کے نظام کی غایت و مصلحت اس قدر وسیع ہے کہ ہماری دانش و بینش اس کی رسائی سے محروم ہے۔ عقلی نتائج اور علمی استعداد سے منتہائے مقصود کا حصول ممکن نہیں ہے۔ علم و فہم کی روشنی میں تمام ظاہری و باطنی صلاحیتوں، مادی و روحانی وسائل و قوتوں کو بروئے کار لاکر ظن و تخمین سے کام لیا جائے تو بھٹک جانے کا خدشہ لاحق ہے۔ اس واسطے خدائے وحدہٗ لاشریک کے صحیح اتباع کے لیے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اطاعتِ رسولؐ ناگزیر ہے۔ اس سے استقامت دین، علم کی روشنی، بصیرت کا نور، تدبر کی صلاحیت اور تفرید کی قابلیت مترتب ہوتے ہیں۔

جب ہم دنیاوی معاملات میں کسی کو اپنا مختارِ کار یا (ATORNY) اٹارنی بناتے ہیں تو اس کو ایک سند دیتے ہیں کہ فلاں شخص جس کو ہم نے اپنے یہ یہ اختیارات دے دیے ہیں اور یہ جو کام کرے گا وہ ہماری جانب سے مستند تسلیم کیا جائے۔ تاآنکہ جس سے اس شخص کو سابقہ پڑے اس کو معلوم ہو کہ یہ آدمی درحقیقت مختار ہے۔ اور اس کا پیغام عمل اور تقرری میں مالک کی مرضی اور فیصلہ شامل ہے۔ خداوند ذوالجلال نے جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو باقاعدہ طور پر اس کی سند دی۔ ملاحظہ فرمائیے۔ (النجم ۲-۵)

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ تمہارے صاحب نہ بدراہ ہوئے نہ گمراہ ہوئے۔ اور جو

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ کچھ کہتا ہے۔ ہوائے نفس کی بنا پر نہیں کہتا۔ اس کی بات

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ کچھ نہیں مگر وحی جو اس پر نازل کی جاتی ہے اس کو تعلیم

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ اس نے دی جو زبردست قوتوں کا مالک ہے۔

قریشِ مکہ حضور سرورِ دو عالم پر متعدد الزام لگاتے تھے۔ کچھ شاعر کہتے تھے، کچھ کاہن کہتے تھے۔ کچھ سوچتے نعوذ باللہ مال و دولت یا نفس کے زیرِ اثر یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اس وقت یہ انٹروڈکشن اور یہ ڈیلیگیشن اس ربِ کریم کی طرف سے منکرانِ رسولؐ کے لیے نازل ہوا کہ خبردار! تمہارا صاحب۔ لفظ تمہارے صاحب کی باریک بینی کے قربان جائیے یعنی

اللہ تعالیٰ نے محمد کو اپنا دوست، رفیق یا عزیز نہیں بنایا۔ بلکہ صاحب کا لفظ استعمال کیا اور وہ بھی تمہارا۔ اے قریش! کیونکہ وہ تم میں سے ہی تھا اور تم لوگوں نے ایک مدت اس کو اپنے درمیان رکھا اور دیکھا کہ نہ یہ شخص برا ہے نہ بدخو ہے، نہ لالچی ہے نہ خیانت کرتا ہے اور نہ ہی کوئی بری صفت اس میں ہے۔ یہ کوئی نئی درآمدہ چیز نہیں ہے۔ اتنے انٹروڈکشن کے بعد حق تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس شخص کو ہم نے تعلیم دی اور یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا صرف اس کے منہ سے وہی نکلتا ہے جو ہماری طرف سے ہوتا ہے۔

اگر حقیقت اور تحقیق کے متلاشی کائنات دیکھیں تو انھیں یہ محسوس ہوگا کہ انسان جمادات نباتات، حیوانات، آفتاب، ماہتاب، ارض وسما ان میں ہم آہنگی اور یک جہتی ایک ایسے قانون کے تابع ہیں جن میں تغیر رونما ہونے کا امکان نہیں ہے۔ ان سب کا نمود اور روش اس فضائے بسیط میں ایک وضع کردہ نظام اور آئین کے تحت ہے۔ جو تمام اشیاء کو تفریق وانتشار کے دستبرد سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس نظام اور آئین کے خالق حقیقی کی عبادات واطاعت انسان پر لازم ہے۔ یہ ایمان ہے۔ اس ایمان کے ارکان میں سے توحید (ایمان باللہ) اور ایمان بالرسول اصل الاصول ہیں۔ گو قرآنِ حکیم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مگر ضابطہ حیات کی تکمیل کے لیے سنتِ رسولؐ بھی اتنی ہی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سلیمہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی تھی۔ جو ضلالت وغوایت سے پاک تھی۔ ہوائے نفس سے محفوظ تھی۔ تقویٰ وپاکیزگی سے لبریز تھی، آپؐ کے تمام اقوال وافعال عالمِ انسانی کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ اور ہم ان ہی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ کیا چیز جائز ہے کیا ناجائز۔ کونسی چیز حرام ہے کیا حلال ہے۔ کون سی باتیں رب العالمین کی رضا کے مطابق ہیں اور کیا اس کے خلاف ہیں۔ کن امور میں ہم کو رائے اور اجتہاد کی آزادی حاصل ہے اور کن امور میں نہیں ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جناب یہ باتیں ہم نہیں کہہ رہے یہ مطالعۂ قرآن سے معلوم ہوتی ہیں۔ جس نے سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم کو راہِ ہدایت بخشی۔ آپ بھی ملاحظہ کریں۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا	جو کچھ رسول تمھیں دے، لے لو۔ اور جس
نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (حشر)	چیز سے روک دے رک جاؤ۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللہَ	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ — اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(محمد۔ ۳۳)

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ — اس چیز کو مان لیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور وہ سراسر حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

(محمد ۲)

حضورؐ پاک کے معلم۔ مبلغ ہونے کا امر مسلمہ ہے کہ آپؐ نے اپنے قول و فعل سے قرآن سمجھایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں چار جگہ (البقرہ ۱۲۹، ۱۵۱۔ آل عمران ۔ ۱۶۴۔ الجمعہ۔۲) بالتفصیل بتا دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف کتاب اللہ کی آیات سنا دینا ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کی تعلیم بالعمل بھی تم کو سمجھانا اور دکھانا تھی۔ محمد رسول اللہ خاتم النبیین نے صرف قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی۔ بلکہ اس کے احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ۔ — اے نبی یہ ذکر ہم نے تم پر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔

(نحل ۴۴)

قارئین! اطاعتِ رسول درحقیقت کوئی بالذات اطاعت نہیں ہے۔ بلکہ ان احکام خداوندی کی تعمیل ہے۔ جو کہ قرآنِ حکیم میں من جانب اللہ ہے۔ اور اسلامی نظام میں کلیۃً مطاع اللہ کی واحد عملی صورت ہے۔ اسوہ حسنہ رسولؐ قطعی احکامات اور فرامینِ خدا کا ایک مستند منبع ہے۔ اسلام نے پورے مذہبی، تمدنی، سیاسی، اخلاقی، سماجی، معاشرتی نظام کی بنیاد اور اسلامی دستور کا تخیل سرورِ کائنات، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے سیکھا ہے۔ یہ بھی ہماری رام کہانی نہیں ہے بلکہ قانونِ الٰہی کا قاعدہ کلیہ ہے۔ بنیادی عقائد کو قبول کرنے کے بعد ایک مسلمان کے لیے صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ رسول اللہ کی پیروی کرے اور بسر و چشم کرے۔ اور اپنے حسنِ عمل پر غرہ بھی نہ کرے۔ بلکہ اطاعت بشکل ایک فرمانبردار کے کرے۔

ملاحظہ کریں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ — ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے

بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ (النساء - ۶۴) کہ اس کی اطاعت کی جائے، اللہ کے اذن سے

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (الفتح - ۱۰) جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (الفتح : ۱۰) (اے نبی) یقیناً جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

جب ہم اطاعت رسولؐ کا ذکر کریں گے یہ بات ذہن نشین کرنی پڑے گی کہ اولاً اللہ پر ایمان ہو اور صرف اس کے وجود ہی کو نہیں بلکہ اس کی حیثیت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اس سے دعا، امداد طلب کرنی اور اس کی تکمیل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو ماننا ہے کہ وہ خدائے ذوالحکمت کا مقرر کیا ہوا ہادی اور حاکم ہے۔ جس چیز کی اس نے تعلیم دی وہ سب اللہ کی ہی طرف سے ہے اور ہمیں واجب التسلیم ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔

وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور : ۵۴) اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

مزید برآں خدائے بزرگ و برتر کو اپنے رسول کی اطاعت اس قدر پسند ہے کہ اس نے علی الاعلان اس کی وضاحت فرما دی۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تم کو پسند کرے تو رسول کی پیروی کرو۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران : ۳۱) اے محمدؐ! کہو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت کے شروع میں قل آیا ہے۔ یعنی رب العرش العظیم نے حکم فرمایا کہ اے نبیؐ کہہ دو۔ یہ الفاظ سنانے کا اور طرز گفتگو کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے۔ خدا کے پیارے نبی یہ بات اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی یا اپنے احساس برتری کی بنا پر نہیں فرما رہے بلکہ یہ حکم باذن اللہ دے رہے ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ نہایت اعلیٰ و ارفع رکھا ہے یہاں تک کہ ان کی اطاعت کرنے والے کو بھی خداوند قدوس نے پسند فرمایا ہے۔

اس رسالت مآب کی ذات محمود۔ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اسوۂ سنت پر عمل پیرا ہوئے۔ ایک نمونہ کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب - ۲۱)

تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات ایک بہترین نمونہ ہے۔

آپؐ کا اسوہ حسنہ امت کے پاس جملہ احکامِ قرآنی بہ شکل عمل پیہم موجود ہیں۔ جس کے مطابق امت نسل در نسل عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔ اس عمل کا جو نمونہ ہمارے ہاں ہے اس کی روشنی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ حضورؐ کیسے کیسے احکامِ بدعیہ کے ساتھ استحکامِ توحید کی اور بطلانِ شرک سے حذر و گریز کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔

اطاعتِ رسول شرائع الٰہیہ کی روشنی میں بحیثیت حاکم یا استاد کے، مبلغ یا بحیثیت قاضی کے اور علومِ فاضلہ و نافعہ کے جن کے تحت تمام تر اسرار و غوامضِ عالم آتے ہیں۔ ہر مسلمان پر بہر حال فرض ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ - ۱۵۱)

یہ رسول تم کو کتاب الٰہی حکمت سکھاتا ہے اور ایسے علم سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

رب السمٰوٰت والارض کو حضور سرورِ کائنات رحمۃ للعالمینؐ کی ہمہ صفات میں جو فخر و انبساط تھا۔ اس کے طریقے پر عمل کرنے والے پر انعام مقرر فرما دیا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ کا انعام ہے۔

ملاحظہ کریں۔ آل عمران - ۱۶۴

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

اللہ نے احسان کیا مومنوں پر جب کہ بھیجا ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیات کی اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی اور دانائی کی۔

اس آیت کا نزول ۳ھ میں ہوا جب کہ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی شکست کے بعد قدرتی امر تھا کہ نو مولود مسلمانوں کی توقعات کو صدمہ پہنچا کہ ہم اللہ کی خاطر لڑے اور اس کا

دعدہ تھا کہ سچائی کی فتح ہوگی۔ مگر ہم شکست کھا گئے۔ ان کی تالیفِ قلب کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو جو رسول ہم نے تمہارے پاس بھیجا وہ تم ہی میں ایک ہے۔ اور اس کی حیثیت معلم کی سی ہے۔ جو تم کو دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ سلسلہ کلام اس ہی سورت کی آیت ۱۶۵ سے جا ملتا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ''اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی حالانکہ (جنگِ بدر) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں فریقِ مخالف دکا فروں پر پڑ چکی ہے۔ اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔ الغرض ہر چیز پر قادر ہے۔''

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ	حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا اور منع کرتا ہے
الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ	ان کو برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ۝	لیے پاک چیزوں کو، حرام کرتا ہے ان
(الاعراف۔ ۱۵۷)	کے لیے ناپاک چیزیں۔

اس سورت کے پسِ منظر میں جو گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ دعوتِ رسالت پر منتج ہے۔ اور اس میں خدا کے فرستادہ رسول کی اطاعت، فرمانبرداری اور حکم عدولی پر تنبیہ کا تفہیمی انداز جھلکتا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ ایامِ جہالت میں ناخواندہ عوام نے کس طرح پاک چیزوں کو حرام کر رکھا تھا۔ اور ہمارے نبی سرورِ کائناتؐ نے جو لائحہ عمل پیش کیا وہ انھیں حرام قرار دیتا ہے اور یہ ہدایت واضح بالتفصیل دی گئی کہ حرام و حلال میں تفریق و تفویض کے لیے رسولؐ کی اطاعت کریں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے پاک و حلال کھایا۔ طریقِ سنت پر عمل کیا۔ اور اس کی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا (مشکوٰۃ شریف۔ ۱۶۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس عمل کرو حلال پر اور بچو حرام سے اور پیروی کرو محکم کی (مشکوٰۃ۔ ۱۷۰) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''جس شخص نے میری اطاعت کی اور جو بات میں لے کر آیا ہوں، ان کی پیروی کی اس نے نجات پائی اور جس شخص نے نافرمانی کی اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں۔ اس کو نہ مانا وہ گمراہی میں پڑ گیا'' (مشکوٰۃ۔ ۱۳۸)

اس مضمون سے یہ حدیث بھی مسلّم ہے:

من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ۔	جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

یہی بات قرآنِ حکیم میں ان الفاظ میں درج ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النساء - ۵۹)	اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول[۱] کی اور ان اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں اختلافِ رائے کے بارے میں بتادیا گیا ہے کہ قرآن کے بعد رسولؐ کا طریقہ تمہارے لیے مرجع ہے۔ یعنی اسلامی نظام میں خدا کا حکم اور رسولؐ کا طریقہ، سنت (اسوہ حسنہ) ہی بنیادی قانون اور آخری سند ہے۔ مسلمانوں کے درمیان یا حکومت اور رعایا کے درمیان جس مسئلہ پر بھی نزاع ہو جائے اس کا فیصلہ قرآن اور سنت پر کیا جائے۔ اور جو فیصلہ قرآن اور سنت کے مطابق ہوگا وہ نافذ العمل ہوگا۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس سے پیشتر بھی نبی آئے۔ ان قوموں نے جن کے پاس نبی آئے گو ان کو انھوں نے نبی بھی تسلیم کر لیا۔ تاہم انھوں نے ان کا اتباع نہ کیا اور نکبت و ادبار کی نذر ہو گئیں۔

ان سے آپ عبرت حاصل کریں اور ایمان لائیں۔ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں متغیر اور مختلف النوع حالات، پیش آمدہ جزئیات اور مسائل کے لیے تفصیلی قوانین اور احکام نہیں بیان فرمائے بلکہ اس کے لیے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون سازی تفویض کر دی گئی ہے۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ	اور کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں

---

۱ پیغمبر قانون ساز نہیں ہوتے کیونکہ تشریع خدا کا کام ہے، نبی کے ذمے اس کی تشریح، تبیین، تنفیذ اور تبلیغ ہوتی ہے۔ غیر منصوص احکام میں پیغمبر خدا "ملکۂ نبوت" سے کام لیتے ہیں، جس کو ہم وحی خفی، الہام، القاء اور اجتہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ (عزیز زبیدی)

إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب - ۳۶)

ہے کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دے تو پھر ان کے لیے اپنے اس معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہ جائے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ اس کا مدلل ثبوت ہیں کہ مسلمان فرمانِ رسولؐ کی پیروی میں تعرض نہ کریں۔

قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ - ۱۵)

اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کر سکوں۔

جب آپؐ کے پاس کوئی فیصلہ کے لیے آتا تو فیصلہ کی تفتیش چپکے چپکے کرتے کہ فیصلہ درست ہوا یا نہیں۔ اس حقیقت کو صاف صاف قرآنِ پاک میں بیان کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (الحجرات - ۱۵)

مومن تو حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے اور پھر شک و شبہ میں نہ پڑے۔

حضور محمد رسول اللہ کے فیصلے وقتی نہیں ہوتے تھے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ کے فیصلے بامراللہ ہوتے تھے۔ جو کہ مومنوں کے لیے تا قیامت مشعلِ راہ بنے رہیں گے۔ جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوا اور ان ہی طریقوں پر آپ نے ہدایت اور رہنمائی فرمائی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمینِ عالم کے لیے فیصلہ کن سند ہیں۔ ان اسناد کو ماننے یا نہ ماننے پر ہی آدمی کے مومن ہونے یا نہ ہونے کا انحصار ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به۔ (مشکوٰۃ)

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی خواہشِ نفس اس طریقہ کے تابع نہ ہو جسے میں لے کر آیا ہوں۔

ہماری دینی تعلیم کا منبع اول قرآن ہے وہ ہی واضح طور پر صراحت کرتا ہے کہ اطاعت رسول اس حد تک ہونی چاہیے کہ اپنی رائے، اپنے فیصلے اپنے خیالات کو ہرگز ہرگز اللہ اور رسولؐ کے فیصلوں پر سبقت نہ دو۔ ملاحظہ کریں:

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات - ۱)

اللہ اور اس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔

اس سے معاملہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ اے ایمان والو۔ اللہ اور رسول کے فیصلوں کے آگے تمہارے دائرہ اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اگر غور و خوض سے کام لیا جائے تو یہ فیصلہ انفرادی نقطۂ نگاہ تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ اجتماعی طور پر بھی برابر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ملکی معاملات میں آئین سازی۔ تکمیلِ دستور میں بھی کتاب اللہ اور سنّت رسول کی اطاعت لازمی ہے۔

یہی نہیں بلکہ قرآنِ حکیم اس اطاعت کو اس حد تک بتاتا ہے کہ نبی کے آگے آواز بلند کرنی۔ اونچی آواز میں بات کرنا ممنوع ہے۔ آپ خود پڑھ لیں۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ (الحجرات - ۲)

اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو۔

اس کے آگے ہی ہم کو متنبہ کر دیا گیا ہے کہ،

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات - ۲)

کہیں ایسا کرنے سے تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

شرح السنہ للامام البغوی

تفسیر الخازن مع البغوی، الخازن مع النسفی، ابن کثیر، جامع البیان، ابن عباس، احکام القرآن تفسیر للجصاص، البرہان فی علوم القرآن الزرکشی، مناھل العرفان فی علوم القرآن، الاتقان، سیرتِ حلبیہ، اعلام الموقعین لابن القیم، زاد المعاد، مروج الذہب فی التاریخ، تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول ۴ جلد، المسوّی من احادیث المؤطا، تثبیت دلائل النبوۃ، تاریخ العرب، الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ، الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطٰن لابن تیمیہ، الطرق الحکمیہ لابن القیم، منہاج السنۃ لابن تیمیہ، الخصائص الکبریٰ والحاوی فتاوی السیوطی وغیرہ۔ آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرمائیں۔

رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار۔ لائلپور

طفیل میں اور اس کی برکت سے مغفرت فرمائے۔ (تاریخ اسلام جلد دوم صہ)

اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ وصیت کے مطابق ضحاک بن قیس نے نماز جنازہ پڑھائی اور عرب کے اس مدبر اعظم کو دمشق کی خاک میں سپرد خاک کردیا گیا۔ انتقال کے وقت عمر ۷۸ سال اور مدت خلافت ۱۹ سال ۳ ماہ تھی۔

مذہبی خدمات۔ گو امیر معاویہؓ کا زمانہ خلفائے راشدین کے عہد کے مذہبی عہد کے مقابلہ میں بہت بادشاہت کا دور تھا۔ تاہم ان کا زمانہ مذہبی خدمات سے خالی نہیں۔ اور وہ اپنی حکومت کے استحکام اور بقا کی کوششوں کے ساتھ مذہب کی ترقی اور اوامر و نواہی کے قیام و تبلیغ میں برابر کوشاں رہتے تھے۔

فضل و کمال۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ اس لیے ان کو ایک سال سے زیادہ ذات نبویؐ سے خوشہ چینی کا موقع نہ ملا۔ لیکن آنحضرتؐ کی دعاؤں کا اثر ہونا ضروری تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا۔

۱۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب (مسند احمد بن حنبل)

خدایا! معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

۲۔ اللھم اجعلہ ھادیا و مھدیا واھد بہ (ترمذی مناقب معاویہ)

خدایا! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے۔

ان کا ذوق علم بلند تھا۔ اس کی جستجو میں ہمیشہ کوشاں رہے اور علمی استفادہ میں کبھی عار محسوس نہ کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے مخالفین سے مسائل دریافت کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سیر الصحابہ جلد ششم میں لکھا ہے کہ آپ بعض مسائل میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع فرماتے تھے (۱۲۹)

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی رائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مدبر اور سیاستدان تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جو کہ خود ایک ممتاز صحابی تھے، حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو امیر معاویہؓ سے بڑا سردار نہ پایا۔ کسی نے پوچھا اور ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ۔ جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ لوگ امیر معاویہؓ سے بہتر تھے۔ لیکن امیر معاویہؓ میں سرداری ان سے زیادہ تھی (استیعاب)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو ان کے شدید مخالف تھے، وہ بھی ان کے اس وصف کے معترف تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی کو امیر معاویہؓ سے زیادہ حکومت کے لیے موزوں نہیں پایا۔ (طبری)

ماخوذ از سیر الصحابہ جلد ششم از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ صہ تاریخ اسلام جلد دوم

تعارف و تبصرہ کتب

انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام

مؤلف پروفیسر عبد الحمید صدیقی

ناشر اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور

صفحات : ۲۲۲ طباعت : آفسٹ

قیمت ۱۲/۵۰ روپے

پروفیسر عبد الحمید صدیقی صاحب علمی و دینی حلقوں کے جانے پہچانے قلمکار ہیں۔ ان کے قلم سے ہزاروں صفحات نکل چکے ہیں اور ان کے فکر و نظر نے سوچنے کی راہیں متعین کی ہیں۔ پروفیسر صاحب کی اہم تالیفات میں سے ایک "انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام" ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کئی سال پہلے شائع ہوا تھا اور اہل نظر نے اس کی پذیرائی کی تھی۔

زیر نظر تالیف کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے دو ہی نظام ہیں ایک وہ جسے حسّیت (SENSATE) کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا اسلام۔ اشتراکیت، سرمایہ دارانہ جمہوریت اور فسطائیت، حسیت کے مختلف روپ ہیں۔ پروفیسر صاحب نے مغربی تہذیب و تمدن اور افکار کا تجزیہ کرتے ہوئے مغربی اہل فکر سے استشہاد کیا ہے اور اس تہذیب کے ثمرات پر گفتگو کی ہے۔

موجودہ حالات کے پیش نظر پروفیسر صاحب نے ایک باب میں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ پاکستان میں حسی فلسفۂ حیات کے لیے کیا کوششیں کی جا رہی ہیں اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

کتاب اس قابل ہے کہ ہر صاحب نظر کے زیر مطالعہ رہے۔ اسلامیات اور سیاسیات کے طلبہ کے لیے از حد مفید ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات کی عدم موجودگی ایک نقص ہے

سیرت حضرت ابوایوب انصاریؓ

مؤلف — طالب ہاشمی

ضخامت — ۲۸۴ صفحات مجلد رنگین گرد پوش

کاغذ، کتابت، طباعت — عمدہ

قیمت — دس روپے

ناشر — قومی کتب خانہ (رجسٹرڈ) لاہور

سیدنا حضرت ابوایوب انصاریؓ کا شمار کبار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ وہ آسمانِ فضائل کے مہر عالمتاب تھے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر لیلۃ العقبہ میں سرورِ کونینؐ سے عہدِ وفا باندھا، ہجرت کے بعد چھ سات ماہ تک رحمتِ عالمؐ کی میزبانی کی سعادت حاصل کی۔ بدر سے تبوک تک تمام غزواتِ نبوی میں شریک ہوئے اور آخیر وقت تک جان و مال سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ وفات بھی میدانِ جہاد میں پائی۔ ان کا چمن اخلاق حبِ رسولؐ، شوقِ جہاد، شغفِ قرآن و حدیث، حق گوئی و بے باکی اور تفقہ فی الدین جیسے گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا۔

مشہور مؤرخ اور سیرت نویس جناب طالب ہاشمی نے اس کتاب میں بڑی تلاش و تحقیق اور عقیدت کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حالات، ان کے فضائل اور ان کے علمی کمالات بیان کیے ہیں۔ کتاب نہایت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ زبان بڑی اثر انگیز اور شگفتہ ہے اور پیرایۂ بیان سلجھا ہوا ہے۔ حواشی میں بھی بہت سی اہم شخصیات کے مختصر لیکن جامع حالات درج کردیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔

ادیب شہیر جناب نعیم صدیقی نے اس کتاب کا دیباچہ لکھا ہے جو بجائے خود بڑا اثر انگیز ہے۔ فاضل مؤلف اور ناشر اس کتاب کی تالیف اور اشاعت پر تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب ہر مسلمان گھرانے میں پڑھنے پڑھانے کے لائق ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے حالات پڑھ کر اسلام سے محبت اور اپنی زندگی سنوارنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(امین ہاشمی)

---

(۳)

ہفت روزہ "المنبر" فیصل شہید نمبر

ضخامت ۲۰۰ صفحات

کتابت و کاغذ — عمدہ طباعت — آفسٹ

ناشر ادارہ ہفت روزہ المنبر۔ لائلپور

قیمت پانچ روپے

جلالۃ الملک شاہ فیصل شہید دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کی ایک سرآمدِ روزگار ہمہ پہلو شخصیت تھے۔ وہ گوناگوں محاسنِ اخلاق کا پیکرِ جمیل تھے اور "سلاطینِ درویش خو" کی سلکِ مروارید کا ایک دُرِّ بے بہا تھے۔ ان کے سینے میں ایک مردِ مومن کا دل دھڑکتا تھا۔ دنیا کے کسی گوشے میں بھی مسلمانوں پر ابتلا آئے، شاہ فیصل شہید تڑپ اٹھتے تھے اور دامے درمے، قدمے سخنے اپنے مظلوم اور مصیبت زدہ مسلمان بھائیوں کی امداد کے لیے جو کچھ بھی ان کے بس میں ہوتا، کر گزرتے تھے۔ وہ عالمِ اسلامی کے اتحاد کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور اسلام کی سربلندی کے لیے ہر وقت مصروفِ عمل رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے تمام خداداد وسائل سعودی عرب اور دوسرے ممالکِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ پاسبانِ حرم ہونے کی حیثیت سے انھوں نے وادیٔ غیر ذی زرع کی دینی و دنیوی ترقی اور حرمین شریفین کی عماراتِ مقدسہ کو نیا روپ دینے کے لیے جس والہانہ ذوق و شوق سے مسلسل کام کیا اس نے انھیں "شہرتِ عام اور بقائے دوام" کے دربار میں نہایت ممتاز مقام عطا کر دیا۔ ادارہ المنبر ہدیہ تحسین کا مستحق ہے کہ اس نے عالمِ اسلام کے اس عظیم محسن کی یاد میں یہ مہتم بالشان نمبر شائع کیا ہے۔ اس نمبر کے دو حصے ہیں، حصۂ اردو ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے اور حصۂ عربی ۶۰ صفحات پر۔ دونوں حصوں میں شاہ فیصل شہید کی مثالی سیرت اور کردار کے ہر پہلو پر نہایت معلومات افزا مضامین درج ہیں۔ مضمون نگاروں میں مولانا عبدالغفار حسن، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا سید محمد جعفر پھلواروی، مولانا عبدالسلام بستوی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، جناب اقبال احمد صدیقی، مولانا عتیق الرحمان سنبھلی اور جناب محمد سلیم اختر جیسے مشاہیر علماء و ادباء شامل ہیں۔ اس خصوصی اشاعت میں استاذ خالد حمدان ثقافتی اتاشی سعودی عرب مقیم لاہور کا خصوصی انٹرویو شاہ شہید کی سیرت کے بعض ایسے درخشندہ پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے۔ جو عام طور پر لوگوں کی نظر

مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور دل میں خدمتِ اسلام کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اس نمبر کے مرتب المنبر کے رئیس التحریر مولانا عبدالرحیم اشرف ملک کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے شب و روز خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھے ہیں۔ اس نمبر کی اشاعت کے پسِ پردہ بھی خدمتِ دین ہی کا جذبہ ہے۔ کیا عجب کہ یہ خصوصی اشاعت یا ان کی اسی قسم کی دوسری کاوشیں ان کے لیے آخرت میں مغفرت کا پروانہ بن جائیں (ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دینِ حق کے لیے ان کی خدمات کو قبول فرمائے) ہم اپنے قارئین سے "المنبر" کے فیصل شہید نمبر کے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔

پانچ روپے قیمت میں یہ بیش بہا تحفہ بے حد ارزاں ہے۔ (ادارہ)

(۴)

نام کتاب — کتاب الاذان

مؤلف — مولانا عبدالقادر حصاری مد ظلہ

صفحات — ۲۸۰

قیمت — سات روپے پچاس پیسے

پتہ — مکتبہ دارالحدیث۔ راجووال۔ ضلع ساہیوال

مولانا حصاری کی یہ کتاب انتہائی جامع، علمی، تحقیقی اور خاصی فکر انگیز ہے۔ اس میں اذان کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس سلسلے کے بعض ایسے پہلو بھی سامنے آگئے ہیں، جو خاصے بصیرت افروز ہیں۔

اذان کے متعلقات پڑھ کر ہر قاری یہ محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ: کاش! میں بھی مؤذن ہوتا اور یہ سعادت مجھے بھی خدا نصیب کرتا۔ کتاب کے بعض مقامات تو اس قدر وجد آفریں ہیں کہ پڑھ کر انسان خدا کے حضور توبہ کے لیے سجدے میں گر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کے ساتھ دارالحدیث راجووال کے بانیوں کو بھی اجرِ جزیل عنایت کرے جو اس قسم کی دینی اور علمی کتابوں کی اشاعت کے لیے توجہ دے رہے ہیں۔ ہر مسجد میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ نمازی اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ رکھ سکیں۔ اور ضروری مسائل کے سلسلے میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔

کتابت کے بعد غالباً تصحیح کی طرف کم توجہ دی گئی ہے، اس لیے بعض جگہ خامی ور ورق ...
بعض جزوی مسائل میں ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، تاہم مجموعی لحاظ سے کتاب قابلِ مطالعہ اور محققانہ ہے۔

(۵)

مولانا مودودی کے غلط نظریات مع ضمیمہ — کریم الدین ریٹائرڈ انجینیئر

صفحات	۸۰
قیمت	۴؍ روپے
ملنے کا پتہ	جاوید اکیڈمی (گوشۂ عافیت) جہلیک۔ ملتان

کتاب کا موضوع کتاب کے نام سے ظاہر ہے، مصنف کو مولانا مودودی کی تعبیرِ دین سے اختلاف ہے بلکہ شکایت ہے۔ مولانا مودودی نے کہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

"دین کا حقیقی مقصود" حکومتِ صالحہ کا قیام ہے، جس کے لیے جہاد پر زور دیا گیا ہے اور نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کو اس کے لئے ٹریننگ کورس کی حیثیت حاصل ہے۔

ناقد موصوف اس پر لکھتے ہیں کہ:

مگر تعجب ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا قرآن نازل فرمایا مگر اس مقصودِ حقیقی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا اور نہ یہ مقصود مولانا مودودی کے علاوہ گزشتہ تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال میں اکابرِ دین میں سے کسی کے ذہن میں آیا۔ چونکہ ہر مسلمان کو اس بنیادی چیز پر غور کرنا چاہیے۔ پس یہ مضمون عام ضرورت کا بھی ہے۔

؎ ایک داعی کو اپنی دعوت میں زور اور اعتماد پیدا کرنے کیلئے مبالغہ آمیز پیرایہ بیان اختیار کرنے سے تو نہیں روکا جا سکتا لیکن ایک بات کی اہمیت کیلئے اسے مقصودِ حقیقی کے طور پر بیان کرنے کی اجازت نہ تو کتاب و سنت میں ملتی ہے اور نہ ہی اللہ کی کلام یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرایۂ بیان سے کوئی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر امت میں حکومتِ صالحہ کے قیام کے بارے میں تفریط کی وجہ سے اس کی اہمیت واضح کرنے کی ضرورت ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے ہی اقامتِ دین یا مقصودِ حقیقی کے الفاظ سے پیش کر کے افراط کی راہ اختیار کی جائے کیونکہ یہ بھی دین کا دوسری جانب سے غالیانہ تصور ہی ہو گا۔

ہماری رائے میں محترم تبصرہ نگار تحریک جماعت اسلامی سے اپنی ذہنی وابستگی کی بنا پر ان الفاظ کو پیرایہ بیان کی مجبوری قرار دینے میں حق بجانب نہیں ہیں جبکہ ناقد موصوف کا کئی جگہ اپنے اکابر کے نام کر بطور معیار پیش کرنا بھی کھٹکتا ہے۔ حالانکہ حق و باطل کا اصل معیار کتاب و سنت ہیں (مدیر)

ناقد موصوف جیسے بزرگوں کی شکایت اور اجنبیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جہانبانی اور مسلمانی کے ارتباط پر اصرار ان کی بزرگانہ مسلمانی کے اعتبار سے دنیاداری ہے، اگر کوئی مصلح اس طرف دعوت دیتا ہے تو ان کو یہ بات جلدی سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ان کو یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ حکومتِ صالحہ کے قیام پر اصرار کرنے کی غرض یہ ہے کہ ملت کے افراد کی زندگیوں اور ملک کے در و دیوار سے مسلمانی جھلکنے لگے تو اس ہمہ گیر عبادت اور عبودیت کے تصور پر وہ جھومنے لگ جاتے۔ مگر کیا کیا جائے کہ جو ہنر ہے وہ عیب بن گیا ہے اور جو عیب ہے اسے ہنر گردانا جا رہا ہے۔

مصنف نے مولانا کی جو بات نقل کی ہے، وہ دراصل ایک پیرایۂ بیان ہے جو وقت اور حالات کے مطابق عموماً اختیار کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے نمونے مل سکتے ہیں، جن سے غرض پیش آمدہ صورتِ حال کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہوتا ہے یہی کچھ یہاں ہوا ہے۔

کوتاہی دراصل یہ عام ہو گئی تھی کہ: نماز و روزہ جیسی مبارک عبادات پر کاربند رہ کر انسان نے اقامتِ دین اور حکومتِ صالحہ کے قیام سے اپنے آپ کو فارغ تصور کر لیا تھا۔ اس مرحلہ پر مولانا نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ: آپ کی دینداری اگر اقامتِ دین کے فریضہ سے غافل ہو چکی ہے تو پھر وہ عبادت کیا اور وہ نماز کیسی؟ نماز ایک عبادت ہے، عبادت خدا کی سچی غلامی کا نام ہے، وہ غلام ہی کیا جو آقا کے حضور مؤدب کھڑا تو ہو جائے مگر آقا کی مرضی اور خوشی کی پروا نہ کرے اور ان تمام مناظر کو دیکھ کر چپ ہو رہے جو آقا کو قطعاً پسند نہیں ہیں۔ اس لیے ان مبارک لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے بتایا کہ:

آپ کی عبادات کو اس قابل ہونا چاہیے تھا کہ آپ اقامتِ دین کر سکتے، کتاب و سنت کا سکہ جاری ہوتا اور ایک ایسی حکومتِ صالحہ وجود میں آجاتی جو ملکی فضاؤں کو مسلمان رکھ سکتی۔

فرمائیے! اگر وہ اس حقیقتِ کبریٰ کے اتمام کے لیے ایک نمازی اور غازی کو ان کی نمازوں اور حرب و ضرب کی جھنکاروں کا واسطہ دے کر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے مندرجہ بالا پیرایۂ بیان اختیار فرماتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں؟

مولانا مودودی کے سلسلے میں سب سے بڑی زیادتی یہ روا رکھی جا رہی ہے کہ ان کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش تو نہیں کی جاتی لیکن ان کی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ کر ان کو بدنام کرنے پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ: مولانا موصوف دورِ حاضر میں جس پروگرام کو لے کر اٹھے ہیں، اس کے سیاق

دین" کا ایک فریضہ ہے، جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انھوں نے اپنی ساری توانائیاں کھپا دی ہیں۔ اب اس مرحلے پر جو لوگ ان کی ان مساعیٔ جمیلہ پر کسی بھی درجہ میں اثر انداز ہوتے ہیں وہ ہزار نیک نیتی کے باوجود وہاں پہنچ جاتے ہیں، جہاں شاہ شہید اور سید احمد شہید کے نیک نیت مخالف پہنچے تھے اور جتنا اور جیسا کچھ اس تحریک کو نقصان پہنچانے کے مرتکب ہوئے تھے یہ لوگ بھی اس سے مختلف کمائی نہیں کر سکیں گے۔ ہاں مولانا کے افکار کے سلسلے میں علمی گفتگو کے لیے گنجائش باقی ہے مگر اس کو رسہ کشی کا رنگ دے کر اقامتِ دین کی تحریک پر بوجھ بننے کے سامان کرنا دینی حکمتِ عملی کے خلاف ہے۔ ؎ (عزیز زبیدی)

؎ دین کا مقصودِ حقیقی یا حقیقتِ کبریٰ یا اقامتِ دین سے مراد صرف حکومتِ صالحہ کا قیام لینا واقعی فکر کی کجی ہے کیونکہ حکومتِ صالحہ اپنی اہمیت کے باوصف اقامتِ دین کا ایک شعبہ ہی ہے نہ کہ مقصودِ حقیقی۔ یہ تو درست ہے کہ اس کے بغیر دین کا تصور ناقص ہے لیکن اسے حقیقتِ کبریٰ یا مقصودِ حقیقی قرار دینا زیادتی ہے۔ پھر یہ تعبیر سیاستِ مُدُن "معاملات" کے باب سے ہے۔ دینی زندگی میں اسکی اہمیت جو کچھ بھی ہے تسلیم ہے لیکن معاملات کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ انکی اپنی اہمیت اصل مقصدِ حیات "عبدیتِ حق" کے تعلق سے ہے جو انس و جن کا قرآنی نقطۂ نظر سے مقصودِ حقیقی ہے۔ خود معاملات مقصدِ حیات نہیں ہیں بلکہ حصولِ مقصد کا ذریعہ ہیں البتہ ان کی درستگی کے بغیر تکمیلِ مقصد ممکن نہیں۔

ہماری رائے میں دین کا اصل مقصود نہ تو حکومتِ صالحہ ہے اور نہ ہی نماز روزہ وغیرہ بلکہ بندگی الٰہ الحق ہے جو دونوں کی روح ہے۔

اگر نماز روزہ زکوٰۃ بھی اس سے خالی ہوں تو وہ صرف ایک حرکت، فاقہ اور ضیاعِ مال ہیں۔ اگرچہ نماز روزہ وغیرہ فرمانِ نبوی صلعم کی رُو سے سارے دین کی بنیاد ہیں۔ ارشاد ہے: بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة" الحدیث (متفق علیہ)

اس بنیاد کے درست ہونے سے یہ فائدہ ضرور مرتب ہوگا کہ بندہ خدا رب العالمین کی تکوینی حاکمیت کے تابع، اپنے ادنیٰ اختیار سے اللہ احکم الحاکمین کی تشریعی حاکمیت کے لئے کوشاں ہوگا۔ لیکن تشریعی حاکمیت سے مراد صرف خدائی اقتدار یا حکومتِ الٰہیہ نہیں ہے بلکہ شرعی احکام کی تعمیل ہے جن میں نماز روزہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ ذریعہ نہیں بلکہ بنیادِ اسلام ہیں، خود بھی اسلام ہیں اور ساری اسلامی زندگی کی تعمیر بھی انہی پر ہے۔ یہ جسطرح جملہ عبادات کی بنیاد ہیں اسی طرح معاملات کے تمام شعبوں کی بھی بنیاد ہیں۔ چونکہ ان میں تعلق باللہ کی حیثیت مقدم ہے اس لئے یہ سارے اسلام کی بنیاد ہیں۔ لیکن معاملات میں کوتاہی ان بنیادی چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یعنی نماز، نماز تو رہ جاتی ہے لیکن عبدیتِ حق کی روح سے خالی! قرآن میں ہے:

"فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون، الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون" (الماعون)

کہ ان نمازیوں کے لئے بھی ویل ہے جو حسنِ معاملت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔"

.. لیکن یہ بھی غلط فہمی ہوگی کہ حسنِ معاملت ہی عبودیتِ حق کی جگہ لے لے اور مقصودِ حیات بن جائے۔ وللتفصیل مقامِ آخر۔ (مدیر)

حضرت امیر معاویہ رضؓ

(یہ مضمون صرف ان چند باتوں پر مشتمل ہے جو عام مشہور ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے سلسلے میں ابھی کوئی خاص کام نہیں ہوا۔ ان کے مبارک سوانح کا تذکرہ ابھی امت کے سر پر ایک قرض ہے۔ ابھی تک انہیں یزید کے والد اور بنو امیہ کے ایک تاجدار کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اس لیے لکھنے والے عموماً اس خود ساختہ خاکہ میں رنگ بھرتے بھرتے کھپ گئے ہیں۔ ان کی زندگی کا خاندانی پہلو، اسلام سے پہلے کی زندگی، اسلام کے بعد کے حالات، ان کی علمی اور فکری بلندی، سیاسی بصیرت، فقہی مقام، دینی، علمی، تاریخی اور سماجی نوعیت کی خدمات، ان کے خصوصی نظریات، حضرت علیؓ سے ان کے اختلافات کا پس منظر، یزید کے سلسلے میں ان کی مساعی کے اسباب و علل کا تجزیہ، ان کا نظام حکومت، صحابہ، اہل بیت اور ازواج مطہرات کے سلسلے میں ان کی حکمت عملی جیسے ابواب پر کام کرنے کی ابھی اشد ضرورت ہے۔ خالی الذہن ہو کر کام کیا جائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشخص کیے جا سکتے ہیں۔ ورنہ جیسا کچھ ان پر کام کیا جا رہا ہے یا کیا گیا ہے اس سے شکوے ابھرے ہیں یا معذرتیں۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ بہر حال سامنے نہیں آنے پائے۔ (عزیز زبیدی)

حضرت امیر معاویہ رضؓ خاندان بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے۔ بنو امیہ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں قریش میں بہت ممتاز تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت ابو سفیانؓ کے بیٹے تھے۔ ابو سفیان اپنے وقت کی معزز ترین شخصیت تھے۔ آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن اور مخالف رہے۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کی اسلام دشمنی زوروں پر تھی۔ اور ان کی یہ اسلام دشمنی صرف مکہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ بیرون ملک بھی اس کے اثرات موجود تھے۔

حضرت ابو سفیانؓ اور امیر معاویہؓ کا اسلام لانا: فتح مکہ کے دن ابو سفیانؓ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ امیر معاویہؓ بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ بدر و احد میں ابو سفیانؓ کفار کی طرف سے پیش پیش تھے مگر ان دونوں جنگوں میں امیر معاویہؓ کی شرکت تاریخ سے ثابت نہیں۔

جب حضرت امیر معاویہؓ مسلمان ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔ قبولِ اسلام کے بعد امیر معاویہؓ حنین اور طائف کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ جب آپ مشرف باسلام ہوئے حیاتِ نبوی کا آخری زمانہ تھا۔ اس لیے آپ کو زیادہ صحبت و خدمت کا موقع نہیں ملا۔ البتہ کچھ عرصہ کتابتِ وحی کی خدمت انجام دی۔

کارنامے ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے کارناموں کا آغاز عہد صدیقی میں ہوتا ہے۔ شام کی فوج کشی میں ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان ایک دستہ کے افسر تھے اور اس دستہ میں امیر معاویہؓ بھی شامل تھے۔ اور اس جنگ میں امیر معاویہؓ نے اپنی جنگی مہارت سے دنیا کو روشناس کرایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کے زمانہ میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اچھی خاصی شہرت حاصل کر لی اور تقریباً شام کے تمام ساحلی علاقے اپنے قبضے میں لے لیے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بھائی دمشق کے عامل تھے۔ ۱۸ھ میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہؓ کو دمشق کا عامل مقرر کر دیا۔ اور امیر معاویہؓ چار سال تک عہدِ فاروقی میں دمشق کے حکمران رہے۔

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت پائی اور حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ امیر معاویہؓ کے تدبر اور سیاسی بصیرت اور مہارت سے اچھی طرح شناسا تھے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے ان کو پورے شام کا والی مقرر کر دیا (حضرت عمرؓ نے آپ کی تدبیر و سیاست اور علوئے حوصلہ کی وجہ سے کسرائے عرب کا لقب ان کو عطا کیا ہوا تھا) عہد عثمانی میں امیر معاویہؓ نے بڑی فتوحات کیں۔ اور اس وقت تک کوئی بحری حملہ نہیں ہوا تھا۔ (اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے بحری حملوں کا آغاز کیا اور بحری قوت کو اتنی وسعت دی کہ اسلامی بحری بیڑا اس عہد میں بہترین بیڑوں میں شمار ہوتا تھا۔)

عہدِ مرتضویؓ ۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ عہد عثمانی کے تمام عاملین کو معزول کر کے اپنی مرضی کے عاملین مقرر کر دیے۔ معزول شدہ عاملین میں امیر معاویہؓ کا نام بھی آتا تھا۔ حضرت علیؓ

نے سہیل بن حنیف کو شام کا والی مقرر کیا۔ جب سہیل بن حنیف شام کو روانہ ہوئے تو امیر معاویہؓ نے ان کو شام کی حدود میں داخل ہی نہ ہونے دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ میرے مخالف ہیں۔

اب حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا کہ امیر معاویہؓ سے قطعی فیصلہ کر لیا جائے۔ اور ادھر امیر معاویہؓ کو جب علم ہوا کہ حضرت علیؓ میرے خلاف ایک محاذ قائم کر رہے ہیں تو انھوں نے قصاص عثمانؓ کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اور اس مطالبہ سے مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گیا اور دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو گیا۔

جن لوگوں نے حضرت علیؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اس وقت امیر معاویہؓ کو معزول نہ کریں ان میں مغیرہ بن شعبہ کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کا مشورہ قبول نہ کیا تھا۔ اور مغیرہ بن شعبہ ایک بہترین سیاستدان اور مدبر تھے اور دنیائے عرب میں "مغیرہ الرائے" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ اس لیے یہ بھی حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر امیر معاویہؓ کے ساتھ مل گئے۔ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے علاوہ حضرت عمروؓ بن عاص بھی امیر معاویہؓ کے ہمنوا بن گئے۔ حضرت عمروؓ بن عاص بھی دُنیائے عرب میں ایک بہترین سیاست دان مانے جاتے تھے۔ اور ان کی زندگی کا کثیر حصہ میدانِ جہاد میں گزرا ہے۔ حضرت عمروؓ بن عاص اس وقت فلسطین میں مقیم تھے امیر معاویہؓ نے ان کو بھی بلا بھیجا۔ جب حضرت عمروؓ بن عاص آئے تو ان کے سامنے امیر معاویہؓ نے یہ سوال رکھا کہ حضرت علیؓ نے بیعت کا مطالبہ کیا ہے اور انکار کی صورت میں جنگ پر آمادہ ہیں۔ اس لیے اب کیا کرنا چاہیے۔ اس کے جواب میں حضرت عمروؓ بن عاص اور دوسرے مشیروں نے امیر معاویہؓ کو یہ مشورہ دیا کہ پہلے قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ پورا ہونا چاہیے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ پہلے قصاصِ عثمانؓ کا معاملہ طے ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد دوسرے امور کی طرف توجہ کی جائے گی۔ مگر حضرت علیؓ نے اصرار کیا کہ پہلے بیعت کی جائے۔ اس کے بعد قصاصِ عثمانؓ کا معاملہ طے کیا جائے گا۔ مگر دونوں سربراہ اپنے اپنے مطالبے پر قائم تھے اور اس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے فضا خراب ہو جائے گی۔ لیکن حضرت علیؓ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔ چنانچہ تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کی ایک سیاسی فروگذاشت تھی۔ اور جس نے تاریخ میں ایک نئے نقشے

سی ہم کی چپقلش پیدا ہو چکی تھی۔ اور اب صورتِ حال اس قدر نازک ہو چکی تھی کہ بغیر جنگ کے کوئی

چارہ نہ تھا۔ اور اس وقت بعض محتاط صحابہ کرامؓ نے کوشش کی کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ

آپس میں نہ لڑیں۔ مگر ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ اور یہ دونوں سربراہ میدان صفین میں آپس

میں اُلجھ پڑے۔ اور یہ میدانِ کارزار ایسا گرم ہوا کہ جس میں ہزاروں بچے یتیم ہو گئے اور ہزاروں

ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اور دونوں قوتیں اس شدت کے ساتھ ٹکرائیں کہ سر کٹ کر درختوں کے

پتوں کی طرح ہوا میں اُڑتے رہے۔ اور مسلمانوں کی ۲۵ سالہ قوت آپس میں ٹکرا کر پاش پاش

ہو رہی تھی۔

تحکیم۔ آخر جنگ دوسرے دن پر ملتوی کر دی گئی۔ اور دوسرے دن جب فوجیں آمنے سامنے

ہوئیں تو شامی فوج نے نیزوں پر قرآن شریف آویزاں کیے ہوئے تھے کہ ہم قرآن کو اپنا حکم بناتے

ہیں۔ یہ چال مشہور سیاستدان اور مدبر حضرت عمروؓ بن عاص نے بتائی تھی۔ حضرت علیؓ نے

جب یہ دیکھا تو اپنی فوج سے کہا۔ یہ ایک چال اور فریب ہے۔ اس لیے آپ جنگ جاری رکھیں۔

مگر آپ کی فوج نے آپ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور برملا کہا کہ ہم نہیں لڑیں گے۔ ہم قرآن کو

اپنا حکم تسلیم کرتے ہیں۔ مگر جب حضرت علیؓ نے اصرار کیا تو بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے

حضرت علیؓ کو دھمکی دی کہ اگر آپ نے قرآن کا فیصلہ مسترد کر دیا تو آپ کا حشر بھی حضرت عثمانؓ

کا سا ہو گا (طبری)

حضرت علیؓ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح ان کے آدمی مان جائیں مگر وہ کسی طرح راضی

نہ ہوئے۔ آخر حضرت علیؓ نے چار و ناچار یہ فیصلہ مان لیا۔ اور طرفین نے بڑی حیص

بیص کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حکم بنایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جو فیصلہ کریں دونوں فریق اس پر سر تسلیم خم کر دیں گے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے باہمی مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ دونوں

(حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ) کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ دونوں اصحاب مجمع عام میں آئے

تاکہ لوگوں کو اپنا فیصلہ سنائیں۔

پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

"برادران اسلام! ہم دونوں بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امت محمدی

کے اتحاد، اور اس کی اصلاح کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں

میں دونوں کو معزول کرکے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ از سرِ نو جسے چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں۔"

حضرت ابو موسٰی اشعریؓ کے اعلان کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ان الفاظ میں اپنا فیصلہ سنایا کہ:

صاحبو! آپ لوگوں نے ابو موسٰی اشعریؓ کا فیصلہ سن لیا۔ انھوں نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کیا۔ میں بھی علیؓ کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ عثمان کے ولی اور ان کے خون کے حق دار ہیں۔ اس لیے وہ ان کی نیابت کے زیادہ حق دار ہیں۔

اس فیصلے سے مجمع میں سناٹا چھا گیا اور اس کے بعد قریب تھا کہ دوبارہ میدانِ کارزار گرم ہو۔ مگر حضرت ابو موسٰی اشعریؓ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ یہاں سے جانا بہتر ہے۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔[۱]

امیر معاویہؓ شام کے خود مختار حکمران بن گئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص کا یہ فیصلہ حضرت علیؓ کیسے قبول کرسکتے تھے۔ آپ نے دوبارہ امیر معاویہؓ سے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ لیکن آپ کی فوج نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی امیر معاویہؓ شام کے آزاد حکمران بن گئے۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؓ کے مقبوضات پر تاخت شروع کردی۔ جس کا سلسلہ دو سال تک جاری رہا۔ اور حضرتؓ کی شہادت تک شام اور جنوب کے علاقے امیر معاویہؓ کے زیرِ نگین رہے اور عراق و ایران اور مشرق کے علاقے حضرت علیؓ کے زیرِ نگین رہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی خلافت۔ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ شہید کردیے گئے۔ اور آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور حضرت امام حسنؓ کے خلیفہ مقرر ہونے پر امیر معاویہؓ نے عراق پر فوج کشی کی۔ حضرت امام حسنؓ مقابلہ پر آئے مگر عراقیوں نے کمزوری دکھائی۔ حضرت امام حسنؓ بہت بڑے حلیم، صُلح جُو اور بردبار تھے۔ ان کو جنگ و جدال سے سخت نفرت تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ بغیر جنگ و جدال کے خلافت قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ خلافت سے دستبردار ہو جایا جائے۔ چنانچہ انھوں نے امیر معاویہؓ سے اپنا وظیفہ مقرر کرالیا اور ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے۔

[۱] یہ روایت محلِ نظر ہے۔ تحکیم کے سلسلے کی جو دوسری روایت ابن جریر نے پیش کی ہے وہ زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ ۱۲ (ندوی)

امیر معاویہؓ کی خلافت ۔ اب امیر معاویہؓ سارے عالمِ اسلامی کے مسلّمہ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ آپ نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی اندرونِ ملک خارجیوں نے جو شورشیں برپا کر رکھی تھیں۔ ان کی طرف توجہ کی اور ان کی سرکوبی کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ اور اس کے بعد سرحدی علاقوں میں بہت سی جدید فتوحات کیں۔

قسطنطنیہ پر حملہ ۔ امیر معاویہؓ کے عہد میں قسطنطنیہ پر حملہ بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے ۴۹ھ میں امیر معاویہؓ نے سفیان بن عوفؓ کی ماتحتی میں ایک لشکر جرار قسطنطنیہ روانہ کیا۔ اس لشکر میں ممتاز صحابہ کرام حضرت ابوایوبؓ انصاری، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ شامل تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

”کیا اچھی وہ فوج ہو گی اور کیا اچھا وہ امیر ہو گا۔ جو ہرقل کے شہر پر حملہ آور ہو گا۔“

قسطنطنیہ رومیوں کا بڑا اہم مرکز تھا۔ اور اس کی فصیل بہت اونچی اور مضبوط تھی مسلمانوں نے بڑا زبردست حملہ کیا لیکن رومیوں نے بڑا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخر مسلمان ناکام لوٹے۔ اس جنگ میں حضرت ابوایوبؓ انصاری کا انتقال ہو گیا اور مسلمانوں نے حضرت ابوایوبؓ کی وصیت کے مطابق قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے جا کر آپ کو دفن کیا اور اسی پر علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

نکہتِ گُل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تُربتِ ایوب انصاریؓ سے آتی ہے یہ صدا
اے مسلماں ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
سینکڑوں صدیوں کی کشت و خون کا حامل ہے یہ شہر

یزید کی ولیعہدی ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ایک بہت بڑے مدبر اور سیاست دان تھے۔ اور دنیائے عرب میں ”مغیرۃ الرائے“ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ انھوں نے امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ کی تجویز کو پسند کیا۔ مگر اس کے لیے زمین ہموار کرنا بہت کٹھن کام تھا۔ اور امیر معاویہؓ جو کہ خود بہت بڑے سیاست دان اور مدبر تھے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ یہ کام آسانی سے طے نہیں پا سکتا۔ اور اس وقت ان کی نگاہ میں تین ایسے مرکز تھے جو ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے اور وہ یہ تھے۔

۱۔ حجاز (مکہ و مدینہ) ۲۔ کوفہ اور ۳۔ بصرہ۔ ان میں حجاز کو مذہبی حیثیت حاصل تھی۔ اور دوسرے دونوں شہروں کو سیاسی حیثیت حاصل تھی۔

چنانچہ ان تینوں مرکزوں کو ہموار کرنے کے لیے مروان بن حکم، مغیرہ بن شعبہ، اور زیاد بن ابوسفیان کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ مروان بن حکم حجاز کے لیے۔ مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے لیے، اور زیاد بن ابی سفیان بصرہ کے لیے مقرر ہوئے۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان تو اپنے مشن میں بہت جلد کامیاب ہو گئے۔ اور ان کو اتنی محنت نہ کرنی پڑی۔ مگر مروان بن حکم کو بہت مشکل پیش آئی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حجاز اکابرین صحابہ کا مرکز تھا۔ مگر اس وقت بہت سے اکابر صحابہ دنیا سے اٹھ چکے تھے بس ان کی کچھ اولادیں جنھیں خود بھی شرفِ صحبت نبوی حاصل تھا، موجود تھیں۔ اور ان لوگوں میں حق گوئی اور صداقت کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبدالرحمان بن ابوبکرؓ نمایاں شخصیت رکھتے تھے۔ خصوصاً اول الذکر تینوں بزرگ اپنے اسلاف کا مکمل نمونہ تھے۔

اس لیے مروان بن حکم نے جب یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ ان اصحاب کے سامنے پیش کیا تو ان اصحاب نے کہا، یہ سب خلاف شریعت ہے اور نہ ہی حضرت ابوبکر و عمرؓ کی سنت کے موافق ہے۔ بلکہ یہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ اس لیے ہم کسی صورت میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مروان بن حکم نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ یہاں کے حالات درست نہیں ہیں۔ اس لیے آپ خود تشریف لائیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ خود مدینہ تشریف لائے۔ اور ان اصحاب (حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ) کو جمع کر کے امیر معاویہؓ نے دریافت کیا کہ آپ یزید کو ولی عہد کیوں نہیں تسلیم کرتے اور اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے کافی بحث و تمحیص ہوئی مگر یہ لوگ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور آخر امیر معاویہؓ نے اس کی پرواہ کیے بغیر ۵۶ھ میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت لے کر نظام خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

وفات۔ ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ یزید اس وقت دمشق میں موجود نہ تھا۔ اس کو بلا بھیجا اور حسب ذیل وصیت کی:

دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں تمہارے آگے جھکا دی ہیں۔ اور تمہارے لیے ایک بڑا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کے حقوق کا ہمیشہ لحاظ رکھنا کہ وہ تمہاری اصل بنیاد ہیں۔ جو حجازی تمہارے پاس آئے۔ اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔ اس کی عزت کرنا۔ اس پر احسان کرنا۔ اور جو نہ آئے۔ اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اہل عراق کی ہر خواہش پوری کرنا۔ اگر وہ روزانہ عاملوں کا تبادلہ چاہیں تو روزانہ کر دینا۔ کہ عمال کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر بنانا۔ ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا۔ جب کوئی تمہارا دشمن مقابلہ میں آئے تو ان سے مدد لینا۔ لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کو فوراً واپس بلا لینا۔ ورنہ دوسرے مقام پر زیادہ ٹھہرنے سے ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔

سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے۔ اس میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں۔ انھیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انھیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمان بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی ہمت و حوصلہ نہیں ہے۔ جو ان کے ساتھی کریں گے وہ اس کی پیروی کر لیں گے۔ البتہ حسین بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے۔ اہل عراق انھیں تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا۔ وہ قرابت دار، بڑے حق دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دے کر شیر کی طرح حملہ آور ہوگا وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے۔ اگر وہ صلح کریں تو فبہا ورنہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور ان کے ٹکڑے اڑا دینا۔

(طبری جلد ۵ ص ۱۹۶ بحوالہ تاریخ اسلام از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
جلد دوم۔ صفحہ ۲۶-۲۷)

اس وصیت کے بعد تجہیز و تکفین کے متعلق یہ وصیت فرمائی۔

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کرتہ مرحمت فرمایا تھا۔ اس کو اسی دن کے لیے میں نے محفوظ کر رکھا تھا۔ آپؐ کے موئے مبارک اور ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں۔

CPL No. 177

Ph: 5866476
5866396

'MUHADDIS' Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لئے زہرہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ----- لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم امت کے لئے رحمت کا باعث ہے۔
- علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار 'انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ----- لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ----- لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے
- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو نظرانداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے ----- لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے -- لیکن

  ؏ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے ----- لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

❁

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو:

محدث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے۔ ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی پرچہ : ۱۵ روپے

زر سالانہ : ۱۵۰ روپے